
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk
طوفانی رات
www.pdfbooksfree.pk

محمود خاور کی بچّوں کی عمران سیریز کا مکمل ناول

طوفانی رات

محمود خاور

رنگارنگ کتاب کلب

۳۷ - اردو بازار ـــــ کراچی

باتیں

پیارے ساتھیو!

نور بستی یقیناً آپ لوگوں نے بہت پسند کیا ہوگا۔ آپ نے دیکھا کہ کس طرح وہ خوفناک کتے نور بستی میں دہشت پھیلاتے تھے۔ مگر واہ رے عمران سارے مسائل ایسے حل کر دیتا ہے جیسے کبھی کوئی مسئلہ تھا ہی نہیں۔

اب آپ شروع کر رہے ہیں طوفانی رات۔ اُف طوفانی رات کے بارے میں کیا کہیں۔ یہ پُراسرار ناول تو آپ پڑھ کر اُچھل پڑیں گے۔ ہمیں اپنی رائے ضرور لکھ کر بھیجئے گا۔

اللہ حافظ

محمود خاور



عمران پولیس ہیڈ آفس سے باہر نکلا تو ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی۔ وہ بارش کے تیز ہو جانے سے پہلے گھر پہنچ جانا چاہتا تھا اس نے پارکنگ پر کھڑی اپنی موٹر سائیکل کی طرف دیکھا جو بارش میں بھیگ چکی تھی۔ عمران نے موٹر سائیکل پر کپڑا مارا اور اس پر سوار ہو کر گھر کی طرف چل دیا۔ ہلکی بارش میں موٹر سائیکل کے پھسل جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ایک جگہ عمران کو ایسا ہی موڑ کاٹنا پڑا جو خطرناک بھی تھا بس ذرا سی دیر میں جناب عمران سڑک پر پھیلتے چلے گئے۔ موٹر سائیکل کہیں پڑی تھی اور خود کہیں۔ اس سے پہلے کہ لوگ اسے دیکھ کر ہنستے وہ اٹھا اور دوبارہ اپنے سفر پر چل دیا عمران کی پینٹ پر جگہ جگہ کیچڑ لگا ہوا تھا وہ اپنے کمرے میں پینٹ بدلنے نہیں گیا کیونکہ سلیمان اسے دیکھ لیتا تو اس پر ہنستا۔ کچھ دن پہلے سلیمان کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا تھا اور چونکہ موٹر سائیکل عمران کی تھی اس لئے عمران نے اسے خوب ڈانٹا تھا۔ اندھے ہو۔

دیکھ کر نہیں چلا سکتے۔ بارش میں تو ویسے بھی خیال سے چلنا چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔

عمران اس لئے چپکے سے اپنے اس کمرے میں چلا گیا جس کو اس نے عمران اینڈ کمپنی کا دفتر بنایا ہوا تھا۔ وہ آہستہ سے آفس میں داخل ہوا اور یہ اطمینان کر کے کہ نیچے اس نے جانگیا پہن رکھا ہے اپنی پینٹ اتار دی اور پینٹ کو ٹشو پیپر گیلا کر کے صاف کرنے لگا۔ ادھر سلیمان کو خیال آیا کہ عمران صاحب کے آنے سے پہلے ان کے آفس کی صفائی کر دے۔ وہ جھاڑن اٹھا کر آفس کی طرف لپکا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ عمران جھٹ سے دروازہ کھلنے کی آواز پر کرسی پر بیٹھ گیا اور پینٹ میز کی دراز میں گھسیڑ دی۔

"ارے عمران صاحب آپ۔ آپ کب آئے؟"

"میں۔ میں ابھی آیا ہوں۔ بالکل ابھی۔ تھوڑی دیر پہلے۔"

عمران سلیمان کو دیکھ کر گھبرا گیا۔

"کیا بات ہے۔ کچھ پریشان سے لگ رہے ہیں؟"

"میں۔ نہیں تو۔ وہ۔ میں تو بالکل پریشان نہیں ہوں۔ یہ دیکھو میں ہنس رہا ہوں۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔"

عمران اتنا بدحواس ہو گیا تھا کہ فضول انداز میں گفتگو کر رہا تھا اور سلیمان کھڑا آنکھیں گھما گھما کر اسے دیکھ رہا تھا کہ اچانک انہیں

کیا ہو گیا ہے۔"

"عمران صاحب۔ آپ اگر کسی بات پر پریشان ہیں تو مجھے بتائیں۔ میں آپ کی مدد کروں گا۔"

سلیمان نے بیٹھنے کے لئے کرسی کھینچی

"بیٹھنا نہیں۔ بیٹھنا نہیں۔"

عمران چلایا۔ اور سلیمان گھبرا گیا۔ اس نے پریشان ہو کر کرسی واپس اپنی جگہ پر رکھ دی۔

"کیا بات ہے عمران صاحب۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟"

"ہائیڈروفوبیا۔"

عمران نے دانت پیستے ہوئے غصہ سے کہا۔

"یہ کیا ہوتا ہے؟"

"تمہارے کاٹنے سے۔ میرا مطلب ہے کتے کے کاٹنے سے بیماری ہوتی ہے۔"

"اوہ۔ تو یوں کہیئے۔ آپ نے خود کو کاٹ لیا ہے۔"

"بکواس مت کرو اور چلے جاؤ یہاں سے۔ مجھے کچھ ضروری کام کرنا ہے۔"

"میں پوچھ سکتا ہوں وہ ضروری کام کیا ہے؟"

سلیمان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں کہتا ہوں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

"نہیں جاؤں گا۔"

"جاؤ۔ فوراً چلے جاؤ۔"

عمران چلایا۔ اور جب سلیمان پھر بھی نہیں گیا تو عمران نے میز پر سے پن کشن اٹھا کر اسے مارا۔ سلیمان ایک طرف ہو گیا اور پن کشن نیچے کرسی کے پاس جا کر گر گیا۔ سلیمان پن کشن اٹھانے کے لئے جھکا تو عمران کی جیسے جان نکل گئی۔

"رہنے دو۔ رہنے دو۔ میں اٹھا لوں گا۔" عمران نے کہا۔

مگر سلیمان تو نیچے جھک گیا تھا۔ اب اس کی نظر جو میز کے نیچے پڑی تو عمران کی ٹانگیں نظر آئیں۔ سلیمان کی آنکھیں ایک لمحہ کے لئے جھپک گئیں۔ وہ ہلکا سا اوپر اٹھا۔ عمران کو دیکھا۔ عمران سمٹ گیا سلیمان نے پھر میز کے نیچے دیکھا اور گھس کر عمران کی ٹانگوں کو چھوا۔ عمران شرم سے اور سمٹ گیا۔ اب سلیمان کبھی عمران کو دیکھتا اور کبھی اس کی ٹانگوں کو۔ وہ یہ دیکھتے دیکھتے اوپر اٹھا پن کشن میز پہ رکھا اور ہنسنے لگا۔ پہلے پہل تو وہ آہستہ سے ہنسا پھر بے اختیار اس کی زوردار ہنسی نکل گئی۔ اور جیسے عمران پر منوں پانی گر گیا ہو۔ سلیمان زور سے قہقہے لگا رہا تھا اور عمران شرم سے سمٹا جا رہا تھا۔

"واہ کیا لباس ہے۔" یہ کہہ کر سلیمان پھر زور زور سے ہنسنے لگا اور عمران کا خون کھولتا رہا۔

"کیا بات ہے عمران صاحب۔ آج آپ مجھے مارنے کے لئے میرے

پیچھے نہیں بھاگ رہے۔"

"وہ۔ میں، دراصل۔"

"ہاں۔ ہاں بولئے۔ وہ۔ میں۔ دراصل۔ اس کے علاوہ آپ کے منہ سے اور کچھ نہیں نکل رہا۔"

"بس تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

"نہیں۔ میں تو آپ کے ساتھ جاؤں گا۔"

"سلیمان۔ میرے بھائی تو یہاں سے چلا جا۔ میں بڑی مصیبت میں ہوں۔"

عمران نے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتے ہوئے کہا۔

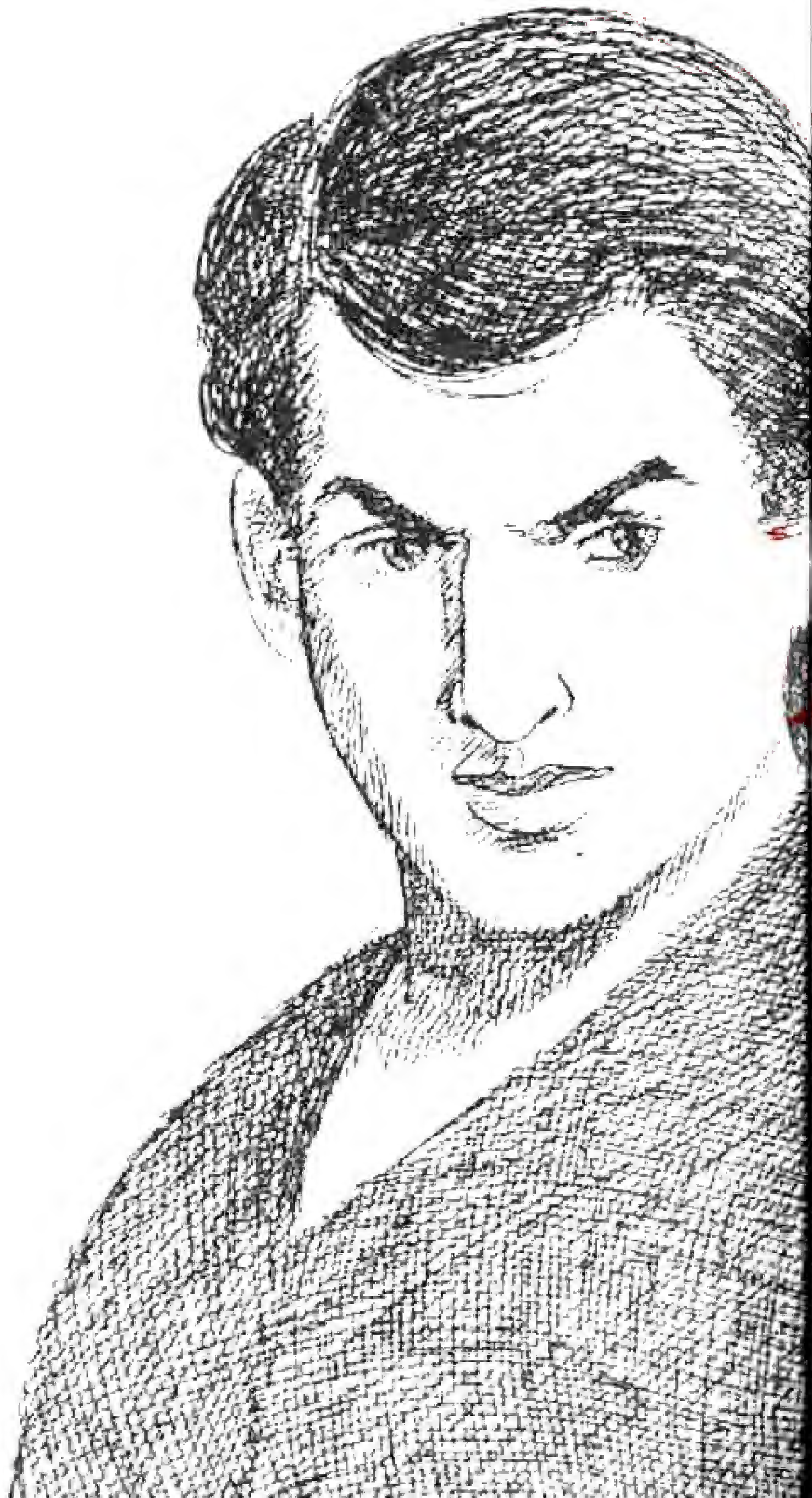
"مجھے آپ کی مصیبت کا اندازہ ہے۔"

سلیمان نے کہا اور کھوں کھوں کرتا ہوا قہقہہ لگاتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔ عمران نے جھٹ اپنی پینٹ نکالی اور جلدی جلدی اسے صاف کرنے لگا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور سلیمان کا منہ دروازے سے اندر آ گیا۔

"چائے پئیں گے۔ لاؤں۔"

سلیمان نے کہا۔ وہ اتنی جلدی اندر منہ ڈال چکا تھا کہ عمران گھبراہٹ میں نہ بیٹھ سکا اور نہ صحیح طرح سے کھڑا رہ سکا۔ سلیمان کا زوردار قہقہہ پھر گونجا اور سلیمان وہاں سے بھاگ لیا۔

سلیمان نے چائے بنائی۔ عمران کے لئے دو انڈے ابالے اور



میز پر رکھ کر وہیں سے عمران کو آواز دی۔ عمران کے کمرے کا اندرونی دروازہ کھلا۔ وہ پینٹ پہن چکا تھا مگر شرم کے مارے سر نیچے کیے میز پر آ کر بیٹھ گیا۔ سلیمان بھی چائے کی پیالی سنبھال کر ڈائننگ ٹیبل پر عمران کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ اپنی ہنسی روکنے کی بہت کوشش کر رہا تھا۔ کئی مرتبہ تو چائے کا پھندہ بھی حلق میں لگ گیا۔ مگر عمران منہ نیچے کیے چپ چاپ انڈا کھا رہا تھا اور چائے کے گھونٹ حلق سے اتار رہا تھا۔

"کوئی فون تو نہیں آیا تھا"

عمران نے سر جھکائے جھکائے ہی کہا۔

"جی آیا تھا"

"کس کا"

"اختیار خان صاحب کا"

"اختیار خان۔ یہ کون ہیں۔ میں تو نہیں جانتا اس نام کے کسی آدمی کو"

عمران بولا۔ بلکہ کچھ حیران سا بھی ہو گیا۔

"جی۔ انہوں نے بھی یہ ہی کہا تھا کہ عمران مجھے نہیں جانتا۔ مگر وہ مجھے فون ضرور کرلے"

سلیمان نے کہا۔

"نمبر دیا ہے انہوں نے"

"جی ہاں۔ ٹیلیفون کے پاس پرچی پڑی ہے جس پر میں نے ان کا نمبر نوٹ کیا تھا۔"

عمران سوچنے لگا یہ کون ہو سکتا ہے۔ میں تو اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتا۔ وہ کچھ الجھا الجھا ٹیلیفون کے پاس پہنچا اور نمبر ڈائل کر دیا۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ جی۔ میں عمران بات کر رہا ہوں۔ علی عمران۔ امتیاز خان صاحب سے بات کرنی ہے۔"

"ہولڈ کیجئے۔" آواز آئی اور کچھ دیر بعد ٹیلیفون پر ایک بھاری بھرکم آواز گونجی۔

"میں اختیار خان بول رہا ہوں۔"

"جی۔ میں عمران بات کر رہا ہوں۔ آپ کا فون آیا تھا۔ حکم کیجئے۔" عمران نے نہایت ادب سے کہا۔

"ابے گدھے۔ بے وقوف۔ تجھے جرأت کیسے ہوئی ہمارے معاملے میں ٹانگ اڑانے کی۔ تو کیا اور پدی کا شوربہ کیا۔ تو نے کیسے سمجھ لیا کہ ہمارے معاملہ میں ٹانگ پھنسائے گا اور زندہ بچ جائے گا۔"

دوسری طرف سے بڑی بڑی باتوں کی بھرمار سے عمران گھبرا گیا۔

"جناب۔ میں آپ سے حکم پوچھ رہا ہوں اور آپ اپنی غلیظ زبان سے جو منہ میں آ رہا ہے بک رہے ہیں۔ اور یہ آپ نے کیسے جان لیا کہ آپ کے اور آپ کی بیگم کے جھگڑے کے درمیان میں آ گیا ہوں۔"

"کیا بکواس کرتا ہے۔ یہ میرا اور میری بیگم کا معاملہ کہاں سے آ گیا۔" وہ دہاڑا۔

"قبلہ۔ ہاتھی کی اولاد۔ اگر آپ اپنی بیگم کے ہاتھوں روز یوں ہی پٹتے رہیں گے تو دنیا تو تماشہ دیکھے گی اور اگر دنیا دیکھے گی تو میں کوئی آسمان سے اترا ہوں جو آنکھیں ڈھانپ کر پھروں گا۔"

عمران نے اب بھی بہت شائستہ لہجہ اختیار کر رکھا تھا۔

"تم تو بہت ہی گھٹیا قسم کے آدمی ہو۔ میں کچھ بکواس کر رہا ہوں اور تم کچھ۔"

"ارے جی بکواس آپ کر رہے ہیں۔ میں تو حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ مطلب کی بات کرو۔ میں نے تمہارے کس معاملہ میں ٹانگ پھنسائی ہے۔"

عمران نے اپنے اصل اور سنجیدہ لہجہ میں کہا۔

"انجان نہ بنو۔ تم ہوشیار ہو گئے تو پولیس ڈیپارٹمنٹ کے لئے یا اخبار میں اپنے تعریفی کلمات چھپوانے کے لئے۔ میرا نام اختیار خان ہے اور میں ایک ایک بات کی خبر رکھتا ہوں۔"

"اگر تم اختیار ہو تو میں بااختیار ہوں۔ اب اصل بات کرو۔ اپنی تعریف میں تم نے جو کہنا تھا کہہ چکے۔"

عمران نے کہا۔

"تم سیٹھ حمید اللہ والے کیس کی چھان بین کر رہے ہو۔ کیا یہ غلط ہے۔"

"بالکل غلط ہے۔ بھلا میرا سیٹھ حمید اللہ سے کیا واسطہ۔"

"جھوٹ بولتے ہو عمران تم۔ مجھے یہ خبر غلط نہیں مل سکتی۔ یہ سچ ہے کہ تم سیٹھ حمید والے کیس کی خفیہ معلومات کر رہے ہو۔"

"دیکھئے اختیار صاحب۔ اب ذرا شریفانہ گفتگو کر لیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں کسی سیٹھ حمید کو نہیں جانتا۔ بس اتنا جانتا ہوں اس نام کے ایک سیٹھ صاحب اغوا کر لئے گئے ہیں۔ اب اگر آپ کے آدمیوں نے آپ کو یہ غلط خبر پہنچائی ہے کہ میں اس کیس کے سلسلے میں کچھ کر رہا ہوں۔ تو یہ غلط بات ہے۔ نہ میں اتنا بڑا جاسوس ہوں کہ میں ایسے بڑے معاملہ کی تحقیقات پر مامور کیا جاؤں۔ میں تو ایک چھوٹا سا جاسوس ہوں۔ چوری کی واردات ہو تو میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔" عمران نے بہت آرام سے اختیار صاحب کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر اس نے عمران کو دھمکی دے ڈالی کہ اگر یہ سچ ہوا اور عمران نے اس سلسلے میں کچھ کیا تو اسے جان سے مار دیا جائے گا۔

عمران نے بھلا اپنی جان کی پروا کب کی ہے جو اب کرے گا۔ اس کی دھمکی سن کر مسکرانے لگا۔ چونکہ ادھر سے ٹیلی فون کٹ ہو گیا اس لئے عمران نے فون رکھ دیا۔

"کیا ہوا عمران صاحب۔ کیا معاملہ ہے۔ یہ کون ہے۔ اور لمبی بات کیا ہو رہی تھی۔"

سلیمان نے کہا جو اتنی لمبی گفتگو سن کر عمران کے پاس آ کر کھڑا

تھا۔ "سلیمان۔ میرا شک پکا ہو گیا ہے۔ میرا بھی یہی خیال تھا کہ یقیناً سیٹھ حمید کے اغوا کے پیچھے ایک لمبی سازش چھپی ہوئی ہے جبکہ پولیس کا خیال تھا سیٹھ حمید کو صرف تاوان کے لئے اغوا کیا گیا ہے اور اب اس اختیار نامی آدمی کے ٹیلیفون کے بعد تو۔ خیر۔ دیکھ لوں گا۔"

عمران نے کہا اور سلیمان کو بغیر بتائے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ باہر بارش رک چکی تھی اور بادل بھی کسی دوسرے شہر میں برسنے کے لئے نکل لئے تھے۔ عمران نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کر کے اس کا جائزہ لیا۔ وہ ٹھیک ٹھاک تھی۔ اس نے موٹر سائیکل ٹرن کر کے روڈ کے حوالے کر دی۔



عمران فیاض کے گھر پہنچا مگر فیاض گھر پر نہیں تھا۔ عمران کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر موٹر سائیکل کے کک رسید کی اور پولیس ہیڈ آفس کی طرف چلدیا۔ وہ پارکنگ میں موٹر سائیکل کھڑی کر کے سیدھا انسپکٹر یوسف کے پاس پہنچا۔

"کیوں بھئی تم ابھی تک یہیں گھوم رہے ہو؟"

انسپکٹر یوسف نے عمران کو دیکھ کر کہا۔

"نہیں یوسف بھائی۔ میں دوبارہ آیا ہوں اور ایک اہم کام کے سلسلے میں آیا ہوں۔"

"کہو۔"

"سیٹھ حمید کے سلسلے میں فون آیا تھا کسی اختیار صاحب کا۔ اسے معلوم ہے کہ میں اس سلسلے میں کام کر رہا ہوں۔ یہ بات باہر کیسے نکلی جبکہ میں پہلے ہی کہہ چکا تھا یہ سیکرٹ رہنی چاہیئے۔"

عمران کی اس بات پر انسپکٹر یوسف سوچ میں پڑ گئے۔ یہ بات

سیکرٹ ہی تھی۔ پھر لیک کیسے ہو گئی۔"

"یہ بتاؤ کہ تمہیں کبھی کسی نے سیٹھ حمید کے گھر آتے جاتے دیکھا تھا۔ کوئی اجنبی۔"

نہیں یوسف بھائی ایسا بالکل نہیں ہوا۔ اور میں صرف دو دفعہ گیا ہوں وہ بھی پریس رپورٹر کے بھیس میں۔ یہ بھی اتفاق جانیے اس وقت نہ تو ان کے گھر کوئی اور آیا۔ نہ گیا۔"

"دیکھو عمران پولیس سے یہ بات تو لیک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ بات صرف ہم تین آدمی جانتے ہیں۔ ایک میں اور دوسرے ڈی آئی جی صاحب اور تیسرے تم۔ اب ہم تینوں میں سے تو ایسا کوئی نہیں ہے جو دشمنوں کو خبردار کرے۔ پھر یہ بات ان لوگوں تک کیسے پہنچی۔ سلیمان۔ یا فیاض۔"

"ارے نہیں یوسف بھائی۔ یہ آپ نے کیا بات سوچ لی۔ اول تو وہ دونوں کیسے ہیں آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ سلیمان کو تو ویسے بھی میں نے ابھی اس معاملہ میں نہیں ڈالا۔ ہاں اب اسے بتانا پڑے گا۔ ضروری ہے۔ اس اختیار خان نے دھمکی جو دے دی ہے۔ سلیمان کو بھی چوکنا کرنا پڑے گا۔"

عمران نے کہا۔ پھر انسپکٹر یوسف کی میز پر رکھا ہوا سادا کاغذ اٹھا اور اس پر ایک تحریر لکھی۔

یوسف بھائی۔ یہ بات تو معلوم کرنا ہی ہے یہ

لیک کہاں سے ہوا۔ اس لئے کہ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے درمیان کون آدمی ایسا ہے جو دشمنوں سے ملا ہوا ہے۔

۲۔ میں آج رات فیاض کے ساتھ جمال پور جا رہا ہوں مجھے وہاں اسٹیٹ گورنر کے نام ایک رقعہ چاہیے۔ صرف ضرورت پڑنے پر استعمال کروں گا۔

عمران نے لکھ کر پرچہ انسپکٹر یوسف کے سامنے کر دیا۔ انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اوکے کہا۔

"تو پھر میں امید رکھوں کہ شام کو گھر جاتے ہوئے آپ میری امانت مجھے دیتے جائیں گے۔"

"ہاں۔"

یہ سنکر عمران اٹھنے لگا۔ کہ انسپکٹر یوسف نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ان کا اردلی اندر داخل ہوا تھا۔

"کیا بات ہے؟"

"سر گاڑی تیار ہے۔"

اردلی نے کہا۔

"واپس کھڑی کر دو۔ میں ابھی نہیں جا سکتا۔"

انسپکٹر یوسف نے کہا اور اردلی سلوٹ مار کر واپس چلا گیا۔

"جی مجھے کیوں روکا ہے۔"

"بس اتنا کہنے کہ وڈیو سیٹ ساتھ لیتے جانا۔"

"ٹھیک ہے۔"

عمران نے کہا اور وہاں سے نکل گیا۔ وہاں سے وہ ایک مرتبہ پھر فیاض کے گھر پہنچا۔ فیاض گھر پر ہی تھا۔

"کہو کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔ بس پچھلی رات مچھر کاٹ گئے۔ الرجی ہو گئی ہے سارے جسم میں۔"

"اب تم جیسی نازک ہستی کو مچھر ہی کاٹ سکتے ہیں بڑا جانور تو تمہیں دیکھ کر قریب نہیں آتا ہوگا۔ تمہیں معلوم ہوگا میں یہاں آکر گیا تھا۔"

"اور آپ کو یہ نہیں معلوم کہ میں نے آپ کے گھر کتنے فون کئے ہیں"

فیاض نے کہا۔

"تو تمہیں پھر یہ بھی معلوم ہوگا میں کیوں آیا تھا۔"

"پیسے ادھار چاہیے ہوں گے۔"

"ہاں۔ شاید اس لئے آیا تھا۔"

"کتنے درکار ہیں؟"

"سوا روپے۔ یعنی ایک روپیہ پچیس پیسے۔"

"کیوں۔ خیریت۔"

"تمہارے بازو پر امام ضامن باندھنا ہے تاکہ تم خیریت سے گھر واپس آؤ۔"

"ویسے عمران صاحب۔ میں جا کہاں رہا ہوں جو واپس آنے کا چکر ہے۔"

"صرف تم نہیں۔ تمہاری گرامر بہت خراب ہے۔ ہم جا رہے ہیں۔ ہم دونوں۔

"کہاں؟"

"جنگل۔"

"مگر وہاں تو بہت مچھر ہوں گے۔"

"تو پھر۔"

"وہ مجھے کاٹیں گے۔"

"تو پھر۔"

"مجھے ملیریا ہو جائے گا۔ اور آپ کو بھگتنا پڑے گا۔"

"یار اگر تمہیں مچھر کے کاٹنے سے ملیریا ہو گا۔ تو پھر اس مچھر کے بارے میں سوچو کہ اسے بھی تو زہر پینا پڑے گا۔ ابے سڑا ہوا خون پینے کے لئے مچھر جیسی ننھی جان ہی رہ گئی ہے۔ تم سے تو میں خوف کھاتا ہوں پھر مچھر کی کیا اوقات۔"

"عمران صاحب! آپ فضول باتیں بہت کرتے ہیں۔"

"یہ میرا شوق ہے۔"

"اچھا یہ بتائیں کب جانا ہے؟"

"آج رات۔ ویڈیو سیٹ لینے آنا۔"

"تو پھر اب آپ جائیں۔"

فیاض بولا۔

"چائے کو نہیں پوچھو گے۔"

عمران نے کہا۔

"نہیں۔ میں ان لوگوں سے کچھ نہیں پوچھتا جو انکار نہیں کرتے۔"

فیاض مسکراتے ہوئے بولا۔ اور عمران واپس گھر کی طرف چل دیا گھر پہنچ کر عمران نے بیل بجائی۔ سلیمان نے دروازہ کھولا اور عمران نے اسے دیکھ کر پھر نگاہ نیچی کر لی۔ اور سلیمان کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"کوئی فون تو نہیں آیا۔"

عمران نے خفگی مٹانے کے لئے پوچھا۔

"عمران صاحب۔ آپ کے گھر کا نمک خوار ہوں۔ کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ بکواس مت کرو اور ایک کپ چائے لیکر میرے آفس میں آجاؤ۔ تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

عمران نے کہا اور اپنے آفس نما کمرے میں چلا گیا۔ سلیمان چائے لیکر آیا تو عمران نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ چائے کا کپ سرکایا اور چائے پینے لگا۔

"جی۔ عمران صاحب فرمائیے۔"

"یہ تو تم نے دیکھ لیا ہو گا کہ ابھی کچھ دیر پہلے۔ یعنی میرے جانے

سے پہلے تم نے ایک فون نمبر دیا تھا اور میں نے فون کیا تھا اور تم جانتے ہو وہ فون کسی اختیار خان نے کیا تھا۔ جسے میں بھی نہیں جانتا۔ اس وقت اس آدمی نے مجھے فون پر جان سے مارنے کی دھمکی دی تھی۔"

"وہ کیوں؟"

"بتاتا ہوں۔" عمران نے چائے کا ایک لمبا گھونٹ لیا۔ آج کل میں سیٹھ حمید کے اغوا والا مسئلہ نپٹا رہا ہوں۔ یہ کام خفیہ طور پر مجھے ڈی آئی جی صاحب نے دیا ہے۔ یہ بات بہت سیکرٹ ہے۔ اس لئے کسی اور کو اس کا علم نہیں ہونا چاہئے۔ پولیس کا خیال تھا کہ سیٹھ حمید کو تاوان کے چکر میں اغوا کیا گیا ہے جبکہ میرا خیال اس سے مختلف ہے۔

"مگر میں نے تو اخبار میں یہی پڑھا ہے کہ وہ تاوان کے چکر میں اغوا ہوئے ہیں۔"

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ اخبار میں تو وہی کچھ ہوگا جو پولیس کا بیان ہوگا۔"

"تو پھر آپ کا کیا خیال ہے۔"

سلیمان نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"میرا تو خیال ہے۔ بلکہ یقین ہے سیٹھ حمید اغوا ہی نہیں ہوا۔"

"ہیں۔ ہیں۔ یہ آپ کیسے کہہ رہے ہیں۔ کیا شہرت حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا ہے سیٹھ حمید نے۔"

"نہیں۔ ایسا بھی نہیں ہے۔ سیٹھ حمید کا بہنوئی حکومت کی ایک اہم پوسٹ پر ہے۔ سیٹھ حمید نے اسے کسی چکر میں بلیک میل کر کے ایک ایسا راز حاصل کر لیا ہے جو ہمارے ملک کے دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے تو غضب ہو سکتا ہے۔"

"وہ کیا۔ عمران صاحب۔"

"ہمارے ملک کے ایک عظیم سائنسدان نے ایک عجیب فارمولا بنایا ہے سیکرٹ البیون کا نام دیا گیا۔ وہ فارمولا کیا ہے۔ یہ تو مجھے بھی خبر نہیں۔ ہاں البتہ ایک دفعہ ایک رسالے میں کچھ پڑھا تھا۔ بہت تلاش کرنے پر وہ رسالہ نہیں ملا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ فارمولا یوں اڑایا جا سکتا ہے۔ میں جب سیٹھ حمید کے گھر اخباری رپورٹر کے بھیس میں گیا تو میں نے وہاں اس کے بہنوئی نجم الدین کی تصویر دیکھی۔ بس ساری کہانی میرے دماغ کے کمپیوٹر میں فیڈ ہو گئی۔"

"عمران صاحب ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کا خیال ہو۔"

"نہیں۔ میں نے سیٹھ حمید کی بیگم سے نجم الدین کے بارے میں پوچھا۔ وہ کچھ پریشان ہو گئیں کہ میں نجم الدین کو اس حوالے سے کیسے جانتا ہوں۔ پھر باتوں باتوں میں ان کے منہ سے نکل گیا کہ حمید کے بہن بہنوئی مدت دنوں سے اس گھر میں نہیں آئے۔ کچھ ان بن ہو گئی ہے سیٹھ حمید سے۔"

"خوب عمران صاحب خوب۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ہی عمران ہیں۔ یہ بات آپ کے اعلیٰ دماغ کے علاوہ اور کسی دماغ میں آ ہی نہیں سکتی تھی۔"

سلیمان نے آنکھیں پھاڑ کر۔ کچھ حیران اور کچھ خوش ہوتے ہوئے کہا۔

" اچھا۔ اب تم مجھے مسکہ مت لگاؤ۔ ایک ضروری بات سن لو۔ میں اور فیاض آج رات جمال پور جا رہے ہیں "

" اور میں " سلیمان نے کہا۔

ابھی تمہارا کام شروع نہیں ہوا۔ تم میرے جانے کے بعد ہوشیار رہنا۔ والد صاحب کا فون آئے لندن سے تو کچھ بھی کہہ دینا۔ مگر سچ نہیں بولنا۔

" وہ تو آپ کی سات پشتوں میں کسی نے نہیں بولا "

سلیمان نے جملہ لگایا۔

میری چھوڑو۔ ان پڑھنے والوں سے پوچھو۔ یہ کتنا سچ بولتے ہیں خیر کام کی بات سن لو۔ میں ابھی تنویر کو بلاؤں گا۔ اگر اس کے گھر والوں نے اجازت دے دی تو۔ اسے تمہارے ساتھ چھوڑ کر جاؤں گا۔ تم ہر آنے جانے والے پر نظر رکھنا۔ خاص طور پر گھر کے ارد گرد کوئی مشکوک آدمی نظر آئے تو چھپ کر اس کا فوٹو ضرور لے لینا۔ مگر بہت ہوشیاری

" آپ بے فکر رہیں۔ باس "

سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور عمران کی بھی ہنسی نکل گئی۔

" آپ جب ہنس رہے ہیں تو ایک بات اور پوچھ لوں "

" ہاں۔ ہاں۔ پوچھو "

عمران نے نہایت خوشگوار انداز میں کہا۔

" وہ دوپہر کو کیا ہوا تھا "

سلیمان نے ہمت کر کے پوچھا۔

" ذاتی باتوں سے پرہیز کیا کرو "

عمران ایک مرتبہ پھر شرمندہ ہو گیا۔

ویسے۔ عمران صاحب۔ سمجھ میں نہیں آیا۔ اوپر سے آپ ٹھیک ٹھاک تھے۔ مگر میز کے نیچے .....

عمران نے جواب دینے کے بجائے دو پن کشن اٹھا کر دوبارہ سلیمان پر دے مارا۔ سلیمان اس دفعہ بھی بال بال بچ گیا تھا۔

ہنستے ہنستے سلیمان بولا " عمران صاحب پن کشن اٹھا لوں "

یہ سن کر عمران کا بس نہیں چلا کہ وہ سلیمان کو کچا چبا جائے۔ وہ اٹھ کر سلیمان کے پیچھے دوڑا۔ مگر سلیمان کہاں ہاتھ آنے والوں میں سے ہے۔ وہ تو یہ جا وہ جا۔



رات بہت ہو چکی تھی۔ رات کے لگ بھگ پورے تین بج رہے تھے۔ عمران اور فیاض گھر سے نکلنے کے لئے بالکل تیار تھے۔ فیاض کے پاس ایک پھجاڑا سی گاڑی تھی جو اس کے ابا اس کی خوشی اور عمران کی محبت میں دے دیا کرتے تھے۔ عمران اور فیاض نے وہ تمام ضروری سامان گاڑی کی ڈگی میں رکھ دیا جو یہ لوگ اپنے ہمراہ لے جا رہے تھے۔ سوائے ویڈیو گیمز کے۔ وہ فیاض نے پچھلی سیٹ پر رکھا تھا۔

"عمران صاحب رات بہت ہو گئی ہے اگر تھوڑی صبح ہو جاتی تو نکلنا چاہیئے تھا۔"

سلیمان نے کہا۔

"نہیں سلیمان۔ میں نے یہ ہی وقت گھر سے نکلنے کا سوچا تھا۔ ہمیں تقریباً ستر میل کا فاصلہ طے کرنا ہے جو یقیناً دو گھنٹے سے کم میں طے نہیں ہوگا۔ پھر اصل علاقہ کراس کرکے ہم

بعد راجن پور کے کسی ہوٹل میں ٹھہر جائیں گے۔ پھر دارالحکومت جمال پور تقریباً بیس کلومیٹر دور ہے۔ وہ سفر ہم راجن پور سے مغرب کے بعد شروع کریں گے۔"

"تو عمران بھیا۔ راجن پور میں آپ پورا دن کیا کریں گے۔" سلیمان نے کہا۔

"میں مختلف لوگوں سے جمال پور کے بارے میں معلوم کروں گا کیونکہ لوگوں کا خیال ہے وہ بہت خوفناک اسٹیٹ ہے۔ لوگ وہاں جاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ ہاں البتہ اسٹیٹ کا گورنر بہتر آدمی ہے یہ خط دئیے گئے ہیں انسپکٹر یوسف ڈی آئی جی صاحب سے لکھوا کر ضرورت پڑنے پر اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

"عمران صاحب میرا خیال ہے اب ہمیں نکل لینا چاہئے۔ ورنہ دیر ہو گی" فیاض نے

"ہاں چلو" عمران نے کہا اور پھر سلیمان سے مخاطب ہوا۔ سلیمان یہ تنویر تو تمہارے ساتھ ہی ہے۔ تم دونوں آرام کرو۔ مگر پھر کہے دیتا ہوں نہایت ہوشیاری سے۔ کبھی بھی کچھ ہو سکتا ہے۔"

"آپ اپنے سفر پہ بالکل بے فکر ہو کر جائیے۔ ہم دونوں پیچھے سے چوکنا رہیں گے۔"

تنویر نے کہا۔ اور پھر عمران اور فیاض گاڑی میں سوار ہو کر چل دئیے۔ سلیمان اور تنویر نے گھر اچھی طرح بند کر لیا۔ عمران گاڑی

چلا رہا تھا اور فیاض اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ رات کا وقت تھا اس لئے عمران گاڑی بہت محتاط انداز میں چلا رہا تھا۔ وہ گھر سے نکل کر تین چار کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے مین اسٹریٹ پر آ گیا۔ کچھ دور جا کر عمران نے دیکھا کہ اس کے پیچھے ایک گاڑی اور آ رہی ہے۔

"فیاض ذرا پیچھے کی طرف دیکھنا کون سی گاڑی ہے۔"

"شیراڈ ہے۔ میرا خیال ہے۔"

"کیا یہ لوگ مستقل ہمارے پیچھے ہیں؟"

"لگتا تو کچھ ایسا ہی ہے" فیاض نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں گاڑی کی اسپیڈ بڑھاتا ہوں۔"

عمران نے گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔ دوسری گاڑی پیچھے رہ گئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔ مگر یہ کیا۔ سامنے کی جھاڑیوں سے پھر وہی گاڑی نکل کر سامنے آ گئی اور روڈ پہ ترچھی کھڑی ہو گئی۔ عمران نے فوراً گاڑی کو بریک لگائی۔ گاڑی میں سے دو آدمی باہر نکلے۔ دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

"نیچے اترو۔"

ان میں سے ایک نے للکارا اور دونوں نے نیچے اترنے میں عافیت جانی۔ عمران نے گاڑی اسٹارٹ رکھی تھی اور اس کی لائٹیں بھی جلتی رہنے دی تھیں۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

"ہماری بھینس گم ہوگئی ہے اسی کی تلاش میں ہیں۔ بھائی صاحب آپ نے یہاں کہیں ہماری بھینس تو نہیں دیکھی؟"

ابے او بھینس کے بچے، سیدھی طرح بتا کہاں جارہا تھا۔ ان میں سے ایک آدمی عمران کی طرف بڑھا اور دوسرے نے فیاض کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر پیچھے کی طرف کر دیا۔

"قبلہ ہم نے بتایا نا۔ ہماری بھینس کہیں گم ہوگئی ہے۔ آخر آپ ہماری بات پر یقین کیوں نہیں کرتے؟"

عمران نے بہت معصومیت سے کہا۔

"ہم یقین کر لیتے ہیں تمہاری بات پر، مگر ہمارا دماغ یقین نہیں کرتا علی عمران؟"

"اوہ تو تم لوگ میرا نام بھی جانتے ہو؟"

"ہاں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم کہاں جارہے ہو اور کیوں جارہے ہو؟"

"تو پھر تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

عمران بولا۔

"واپس چلے جاؤ۔ ورنہ جان سے جاؤ گے؟"

عمران نے موقع دیکھا اور اس کے ہاتھ پر اپنی لات گھوم کر اس طرح دے ماری کہ اس کا ریوالور زمین پر جا گرا۔ وہ شخص بھی ایک لمحے کو لڑکھڑایا۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ عمران کی ایک

لات کا سامنا کرنا پڑا۔ فیاض نے بھی پوری طاقت لگا کر دوسرے شخص کے بغل سے نرو کو آزاد کرایا۔ دوسرے نے عمران پر فائر کیا مگر عمران گولی کی زد میں آنے سے بچ گیا۔ ادھر فیاض نے پیچھے سے وار کر کے اسے اوندھے منہ گرا دیا۔ ان چاروں کے درمیان اب ہاتھوں اور پاؤں کا استعمال ہونے لگا۔ دونوں ریوالور کہیں جا گرے تھے۔ گاڑی کی روشنی میں وہ ریوالور کسی کو نظر نہیں آئے۔ اس کا مطلب ہے وہ جھاڑیوں میں جا گرے تھے۔ ان میں سے ایک نے چالاکی دکھاتے ہوئے ایک پتھر اٹھا لیا اور عمران کے سر پہ مارنا ہی چاہتا تھا کہ فیاض نے اپنی کہنی اس کی پیٹھ پہ اس طرح ٹکائی کہ وہ بلبلا کر رہ گیا۔ فیاض نے دوسرا وار اس کے پاؤں پر کیا۔ اس نے پیچھے سے اپنا دایاں پاؤں اس کے گھٹنے کی پشت پر مارا۔ چٹاخ کی ایک آواز سنائی دی اور وہ پاؤں پکڑ کر پاگل کتے کی طرح چلاتا ہوا وہاں سے بھاگ گیا۔ دوسرا اس کو اس حالت میں دیکھ کر بھاگنے لگا تھا کہ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ابے جاتا کہاں ہے؟" عمران بولا، اور اس کا دایاں ہاتھ مروڑ کر اس کے کولہے پر اپنی تندرست کک لگائی۔ وہ بھی چوں چوں کرتا ہوا وہاں سے بھاگ گیا۔ عمران نے اس کی گاڑی کے پاس جا کر اس کی تلاشی لی۔ گاڑی میں اور کوئی نہیں تھا۔ کوئی ایسی چیز بھی ہاتھ نہ لگ سکی جس سے ان لوگوں کی کوئی نشاندہی ہو سکتی۔ عمران نے

گاڑی کی نمبر پلیٹ دیکھی۔ نمبر پلیٹ کافی عرصہ سے لگی ہوئی محسوس ہو رہی تھی کیونکہ اس کے نٹ میں زنگ لگا ہوا تھا۔ یعنی یہ نمبر پلیٹیں اصلی تھیں۔

"فیاض اس کا نمبر نوٹ کر لو اپنی ڈائری میں۔"

"عمران صاحب۔ فلش لائٹ چارج والی ہے۔ کہیں تو اس کی تھوڑی سی فلم اتار لی جائے۔"

"ہاں اچھا یاد دلایا۔ فلم مت اتارو بلکہ ایک تصویر کھینچ لو فرنٹ ویو سے۔"

عمران نے کہا۔ فیاض نے گاڑی کی تصویر کھینچ لی۔ عمران جھاڑیوں میں ٹارچ کی مدد سے ریوالور تلاش کرنے لگا۔ ایک ریوالور تو مل گیا مگر دوسرا شاید کہیں دور چلا گیا تھا۔ عمران نے ریوالور گاڑی میں رکھ دیا۔ دونوں نے مل کر راستے سے ان بدمعاشوں کی گاڑی ہٹائی۔ راستہ صاف ہو گیا تھا۔ دونوں نے پھر اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔

لگ بھگ ساڑھے پانچ بجے یہ لوگ راجن پور پہنچ گئے۔ اذان ہو چکی تھی اور لوگ فجر کی نماز کے لئے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ عمران نے اپنی کار بھی مسجد کے قریب کھڑی کر دی۔ کار کے اسٹیئرنگ کو لاک کر دیا گیا اور دونوں مسجد میں داخل ہو گئے۔ وضو کیا۔ باجماعت نماز ادا کی اور شکرانے کے نفل ادا کئے۔ نماز سے فارغ ہو کر یہ دونوں مسجد کی سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ گئے۔

"فیاض گھر سے نکلنے سے قبل سفر کے لئے نفل پڑھ لئے تھے؟"

"جی عمران صاحب آپ جب کمرے میں نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے بھی باہر جائے نماز منگوا کر ساتھ خیریت کے سفر کے دو نفل ادا کئے تھے۔"

"دیکھ لو۔ گھر سے سفر کی خیریت کی نفلیں پڑھ کر نکلے تھے اس لئے ان لوگوں کے ہاتھوں بچ گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری عبادت قبول کی اور ہماری جان پر آنے والی مصیبت کو دور کر دیا۔"

"بیشک۔" فیاض بولا۔

یہ دونوں باتیں کر رہے تھے کہ ایک بڑے میاں ان دونوں کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔

"مسافر لگتے ہو بیٹا۔"

عمران اور فیاض نے انہیں دیکھتے ہی سلام کیا۔ پھر عمران نے بتایا کہ ہم مسافر ہی ہیں بابا۔

"کہاں سے آ رہے ہو؟"

"بس جی گھر سے نکلے اور گھومتے ہوئے یہاں آ نکلے۔"

عمران نے بات بنائی۔ وہ کسی پر اصلیت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے نہ چاہتے ہوئے بھی جھوٹ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

"بیٹا" یا شکار کے مقصد سے نکلے ہو۔"

"نہیں بڑے صاحب۔ ہم کیا شکار کریں گے۔ ہم تو اصل میں وڈیو پروگرام بناتے ہیں ڈاکومینٹری ٹائپ کی۔ بس سوچا راجن پور کے بارے



ہمیں علم ہو جائیں اور پھر شاید آگے جمال پور بھی جائیں۔

"ارے نہیں میاں۔ وہاں مت جانا۔ بہت خطرناک جگہ ہے۔"

"بڑے صاحب۔ ہم خطروں سے کھیلنے کے عادی ہیں پھر بھی آپ جمال پور کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔"

عمران کو مطلب کا آدمی مل گیا تھا۔ اس نے جمال پور کے بارے میں کچھ تفصیل جاننا چاہی۔

"بیٹا اب کیا بتاؤں۔ پورے جمال پور پر ڈاکوؤں کا قبضہ ہے۔ وہاں کی پولیس بالکل بے بس ہے۔ اسٹیٹ گورنر صاحب شریف آدمی ہیں مگر وہ بھی بے بس ہیں۔ لوگ بتاتے ہیں کہ باہر کا کوئی آدمی وہاں داخل نہیں ہو سکتا۔ جو بھی جمال پور جاتا ہے ڈاکو اسے گرفتار کر لیتے ہیں۔ وہ باہر سے آنے والے آدمی کو خفیہ پولیس کا آدمی سمجھتے ہیں۔ وہاں کا کوئی عام شہری مر جائے تو اسے راجن پور لا کر دفن کیا جاتا ہے۔ بہت سی لاشیں یہاں سے اسپتال لائی جاتی ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ وہاں اندھیر نگری ہے۔ کئی مرتبہ تو ان ڈاکوؤں نے راجن پور پر بھی حملہ کیا ہے مگر یہاں کے غریب لوگوں سے انہیں کچھ نہیں ملا۔ ایک دفعہ بڑی تعداد میں پولیس نے وہاں چھاپہ مارا تھا مگر جمال پور سے دشمنوں کی جو سرحد ملتی ہے وہ وہاں سے اس راستے فرار ہو گئے۔ کچھ مقابلہ میں مارے گئے۔ اس طرح پولیس کے سپاہی بھی مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ اس لئے کہتا ہوں بیٹا وہاں جانے کا تو دل میں خیال بھی مت لانا۔"

یہ سب بتاتے ہوئے وہ کچھ رنجیدہ سے ہو گئے۔

آپ کہتے ہیں تو ہم وہاں نہیں جاتے۔ آپ ہماری ایک مدد اور کر دیں۔ ہمیں راجن پور کے کسی اچھے سے ہوٹل کے بارے میں بتا دیں ہم کچھ دیر آرام کرنا چاہتے ہیں۔

"بیٹا اگر تم بُرا نہ مانو تو میرا غریب خانہ حاضر ہے۔ تم میرے ساتھ ٹھہر جاؤ۔"

"بہت شکریہ بزرگوار۔ ہم ہوٹل میں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔"

عمران نے جواب دیا۔

"خیر۔ یہاں سے کچھ دور ایک ہوٹل تاج ہے وہاں ٹھہر جاؤ۔ اوروں سے ذرا ٹھیک ہے۔ ویسے درمیانے درجے کا ہے۔"

"بہت شکریہ" عمران نے شکریہ ادا کیا اور فیاض کو لے کر گاڑی میں آ گیا۔

"سُن لیا آپ نے جوان بوڑھے کے بارے میں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں سے گھر فون کر دوں تاکہ وہ سارا انتظام مکمل کر کے ہمارا انتظار کریں۔"

فیاض نے سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیسا انتظام؟"

عمران حیرانی سے بولا۔

"ارے وہی آخری سفر کا سامان۔ عین وقت پر وہ بیچارے کہاں بھاگتے پھریں گے۔"

"یار فیاض تم جب بات کرتے ہو ایسی ہی فضول بات کرتے ہو۔ تم تو شکل سے ڈاکو لگتے ہو۔ بھلا تمہارا وہ کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اپنا آدمی سمجھیں گے اور بس۔"

عمران نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔ کبھی اپنی شکل آئینے میں دیکھی ہے۔"

"دیکھی ہے بھئی۔ بہت مرتبہ دیکھی ہے۔ کسی جگہ کا شہزادہ لگتا ہوں۔ سب لوگ یہی کہتے ہیں۔"

"میں سنجیدگی سے آپ سے کہہ رہا ہوں کہ کبھی آئینہ دیکھ لیجئے گا تاکہ غلط فہمی دور ہو سکے۔ مجھے تو شکل سے آپ E.T لگتے ہیں۔"

"چلو مان لیا۔ اب یہ بتاؤ پہلے کس ڈھابے سے چائے پی جائے دودھ پتی کی۔" عمران نے پوچھا۔

"ضرور۔ ضرور۔ میرا سر بھی دکھ رہا ہے۔"

فیاض نے کہا اور عمران نے ایک چھوٹے سے ڈھابے پر گاڑی روک لی۔ چائے پی اور پھر یہ لوگ ہوٹل تاج پہنچ گئے۔ کمرہ لیا۔ اپنا سامان رکھا اور کچھ دیر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ لیٹتے ہی دونوں سو گئے۔ تین گھنٹے بعد عمران کی آنکھ کھلی تو اس نے فیاض کو جگایا۔ تیار ہو کر دونوں نے کھانا کھایا اور فیاض نے وڈیو کیمرہ اور اسٹل کیمرہ سنبھالا۔

"نہیں یہ رکھ دو۔ ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔"



"تو یہ کیا سمجھانے کے لئے لائے ہیں۔ عمران صاحب ذرا راجن پور کی ریڈیو بنائیں گے۔ اچھے اچھے مقامات رکھیں گے۔"

"جب میں نے کہا اس کی ضرورت نہیں ہے رکھ دو، تو سمجھ لو رکھ دو۔"

فیاض نے کیمرہ رکھ دیا اور عمران کے ساتھ کمرہ بند کر کے باہر نکل گیا۔ راجن پور میں خوب چہل پہل تھی۔ ہر آدمی اپنے اپنے کام میں مصروف تھا۔ یہ دونوں ٹہلتے ٹہلتے جی۔ پی۔ او کے پاس پہنچ گئے۔ راجن پور کا جی پی او کوئی خاص بڑا نہیں تھا مگر راجن پور کے لئے کافی تھا عمران جنرل پوسٹ آفس میں داخل ہونے لگا تو فیاض نے اندر جانے کی وجہ پوچھی۔ عمران نے کہا فون کرنا ہے سلیمان کو۔ مجھے گھر کی طرف سے فکر ہے۔

"آپ فون کر کے آئیں۔ میں باہر ٹہلتا ہوں۔"

"او کے۔" عمران نے کہا اور فون کرنے اندر چلا گیا۔ سلیمان سے بات ہوئی تو خیریت کی اطلاع مل گئی۔ تنویر اپنے گھر گیا ہوا تھا۔ سلیمان اکیلا تھا۔ عمران نے زیادہ بات نہیں کی۔ اپنی خیریت سے پہنچنے کی اطلاع بھی دے دی۔ اور کچھ نہیں بتایا۔ فون پر زیادہ بات مناسب نہیں تھی۔ عمران فون کر کے واپس آیا جہاں فیاض کو چھوڑ کر گیا تھا وہاں فیاض نہیں تھا۔

"عجیب بے وقوف آدمی ہے۔ دو منٹ کہیں ٹکنا گوارا نہیں ہے اس شخص کو۔"

عمران آپ ہی آپ بڑبڑایا۔ جب ادھر ادھر تمام جگہ دیکھنے پر

بھی فیاض نظر نہیں آیا تو عمران پریشان ہوگیا اور واپس آکر وہیں جی۔پی۔او کے سامنے ایک چبوترے پر بیٹھ گیا۔ بہت دیر ہوگئی فیاض نہیں آیا تو عمران کے دل میں وسوسے پیدا ہونے شروع ہوگئے۔ ”نہیں۔نہیں خدا نہ کرے۔“

”یا اللہ وہ خیریت سے ہو۔“ عمران نے کہا۔ وہ اٹھا اور قریب کے دکاندار اور چھابڑی والوں سے پوچھا۔ ”یہاں ایک لڑکا کھڑا تھا۔ کہیں جاتے ہوئے دیکھا۔ مگر سب کا جواب ناں میں تھا۔ عمران جب بالکل مایوس ہوگیا تو ہوٹل کی طرف بھاگا۔ یہ دونوں پیدل نکل کر آئے تھے۔ اس لئے گاڑی وہیں ہوٹل کے پاس کھڑی تھی۔ عمران تقریباً دوڑتا ہوا ہوٹل تک پہنچا۔ کمرے کی چابی اتفاق سے اس نے جیب میں رکھی تھی مگر پھر بھی خیال آیا کہ شاید وہ ہوٹل واپس چلا گیا ہو۔

فیاض ہوٹل میں بھی نہیں تھا۔ کمرہ بند تھا۔ کاؤنٹر سے معلوم کیا وہ نہیں آیا تھا۔ ہوٹل کے ارد گرد دیکھا۔ مگر وہ کہیں نہیں ملا۔ عمران کا دماغ خراب ہوگیا۔ وہ پاگلوں کی طرح اسے تلاش کر رہا تھا۔

کہاں گیا فیاض۔ کہاں گیا۔ یکلخت اسے خیال آیا۔ کہیں فیاض اغوا او نہیں میرے خدایا۔ یہ کیسے ۔ وہاں کے دکاندار اور چھابڑی والے تو دیکھتے اگر اسے اغوا کیا جاتا تو وہ مجھے مدد کے لئے پکارتا۔ میں بہت دور تو نہیں تھا۔ وہاں کے لوگ اغوا ہوتے ہوئے دیکھتے۔ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا صرف آنکھوں کے سامنے اندھیرا تھا۔ اندھیرا۔ عمران کو چکر آنے لگے اس کا دماغ ماؤف ہوگیا۔

”ہیلو سلیمان۔ میں عمران بول رہا ہوں۔“

”جی عمران صاحب خیریت ہے۔“

”نہیں سلیمان بالکل خیریت نہیں ہے۔ تم کسی طرح یوسف صاحب (سے م)ل لو۔ انہیں فون کرو۔ ان کا فون یہاں سے نہیں مل رہا۔“

”آپ کہاں ہیں۔ میرا مطلب ہے کہاں سے بول رہے ہیں۔“

”میں راجن پور میں ہوں۔ ہوٹل تاج۔ نمبر ڈائریکٹری سے لے لو (یوسف) صاحب کو نمبر دو۔ ان سے کہو مجھ سے بات کر لیں۔“

”ٹھیک ہے عمران صاحب وہ تو میں کر لیتا ہوں مگر آپ کہہ رہے (ہیں کہ با)لکل خیریت نہیں ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔“

سلیمان نے زور سے پوچھا۔ اسے عمران کی آواز صاف سنائی نہیں (دے) رہی تھی۔

”فیاض غائب ہوگیا ہے۔“

”یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیسے غائب ہوگیا؟“

"سنو سلیمان۔ اس وقت میرا دماغ خود ماؤف ہے۔ سمجھ میں نہیں آرہا۔ تم یوسف صاحب سے بات کرلو۔ وہ تمہارے لئے گاڑی کا بندوبست کردیں۔ تم فوراً چلے آؤ۔"

"اور تنویر۔"

سلیمان نے پوچھا

"تنویر کے لئے یوسف صاحب سے پوچھ لو۔ بلکہ میرا خیال ہے گھر میں تالا لگادو۔ اور تنویر سے کہو گھر چلا جائے۔"

عمران کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ لائن کٹ گئی۔ عمران نے دوبارہ فون ملانے کی کوشش کی مگر فون نہیں ملا۔ باہر سے بارش کی آواز آرہی تھی۔ لگتا تھا جیسے بارش شروع ہوگئی ہے۔

"شکریہ۔" عمران نے ہوٹل کے کاؤنٹر پر فون کے پیسے دیتے ہوئے کہا۔

"خیریت ہے سر۔ کون غائب ہوگیا ہے۔ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں۔"

کاؤنٹر پر موجود بندے نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہاں۔ وہ میرا بھانجا تین سال کا تھا۔ وہ غائب ہوگیا ہے۔"

"کہاں سے غائب ہوگیا؟"

"جی۔ پتہ نہیں۔ مجھے خود نہیں پتہ۔"

عمران بولتا ہوا وہاں سے کھسک لیا۔ اور وہ منہ پھاڑے جنّ بھینسے کی طرح عمران کو دیکھتا رہا۔ باہر بارش شروع ہوگئی تھی۔ اس وقت بارش، طوفان۔ اسے کسی کی بھی پرواہ نہیں تھی۔ وہ کسی طرح ... کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا مقابلہ خطرناک لوگوں سے ہے اور وہ فیاض کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اسے یہ بھی شک تھا ... فیاض کو اغوا کر کے۔ اغوا کرنے والے جمال پور لے گئے ہوں گے ... مسئلہ تھا کہ جمال پور بھی کوئی چھوٹی جگہ نہیں ہے۔ اسے وہاں وہ کیسے ... کرے گا۔ ابھی تو وہ ان لوگوں کے بارے میں دس فیصد بھی معلومات نہیں رکھتا تھا۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیئے تھا۔ یہ خیال نہیں آیا کہ ایسا بھی کر سکتے ہیں۔ عمران خود کو کوس رہا تھا۔ وہ بھیگتا ہوا گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی اور پھر وہ مختلف راستوں کے چکر لگا تا رہا۔ سڑک پر بارش کی وجہ سے ٹریفک کم ہو گیا تھا۔ بارش اور تیز ہو گئی ... چلانا بھی مسئلہ بن رہا تھا۔ اتنے میں اسے ایک ریسٹورنٹ نظر آیا۔ یہ راجن پور میں ہی ایک اچھا ریسٹورنٹ تھا۔ عمران نے گاڑی ایک طرف روک لی اور بھاگتا ہوا ریسٹورنٹ میں داخل ہو گیا۔ اسے کچھ ٹھنڈ سی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ایک میز منتخب کر کے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ ... بڑے شیشوں میں سے بارش کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ وہ ایک ... ریسٹورنٹ تھا۔

"کیا کھائیں گے سر؟"

بیرے نے عمران کے سر پر پہنچ کر اچانک پوچھا۔ عمران ایک لمحے کو اچھل گیا۔

"کافی۔ ہاں ایک کپ کافی لے آؤ۔"

عمران نے صرف اتنا کہا اور باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ وہ دیکھ تو باہر رہا تھا مگر دماغ اس کا فیاض میں الجھا ہوا تھا۔ اس نے تو ریسٹورنٹ کے اندرونی حصہ پر بھی نگاہ نہیں ڈالی کہ وہ کیسا ہے۔ بہت کم لوگ تھے ریسٹورنٹ میں۔ لوگ اندر بیٹھے باہر کی بارش کے مزے لے رہے تھے۔ چائے اور کافی کے دور چل رہے تھے۔ بروسٹ اور برگر کھا رہے تھے۔ کب بیرے نے کافی کے برتن میز پر سجا دیئے اسے احساس بھی نہ ہوا۔ اچانک اس کا ہاتھ کافی کی گرم گرم کیتلی پر پڑا تو وہ چونکا اور اپنے لئے گرما گرم کافی بنانے لگا۔

"تو تم سب ٹھیک کر لو گے۔"

کسی کا ایک جملہ سنائی دیا۔ عمران کے ہاتھ سے کپ چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ وہ اس آواز کو پہچانتا تھا۔ مگر یہ آواز کس کی تھی۔ عمران نے کافی کا پیالہ واپس رکھا۔ ریسٹورنٹ کے اندرونی حصہ کا جائزہ لیا۔ بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کسی کو بھی نہیں جانتا تھا۔ اس آواز کو ایک خیال سمجھ کر وہ دوبارہ کافی میں لگ گیا۔

"میں پھر کہتا ہوں بہت ہوشیاری سے۔ وہ بہت چالاک ہے۔"

"پھر وہی آواز۔ وہی سنی ہوئی۔ جانی پہچانی آواز سنائی دی۔



عمران نے پلٹ کر دیکھا۔ پیچھے کی طرف ایک کیبن بنا ہوا تھا۔ آواز یقیناً اسی میں سے آ رہی تھی۔ مگر یہ آواز کس کی تھی۔ کیوں جانی پہچانی لگ رہی تھی۔

"اوہ! مائی گاڈ۔"

عمران کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ یہ اختیار خان کی آواز تھی۔ وہی آواز جو اس نے ٹیلی فون پر سنی تھی۔ وہی موٹی اور بھاری آواز۔ عمران ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ تیزی کے ساتھ کیبن کی طرف بڑھا۔ مگر پھر ایک خیال سے وہ رک گیا۔ اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا۔ وہ اطمینان کر کے پھر کیبن کی طرف بڑھا اور دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ ہینڈل پر رکھا ہی تھا کہ پیچھے سے کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ عمران تیزی کے ساتھ مڑا۔

"کہاں جانا ہے؟"

وہی بیرا سامنے کھڑا تھا جس نے کافی لا کر دی تھی۔

"باتھ روم۔ مجھے باتھ روم جانا ہے۔"

"باتھ روم یہ نہیں ہے۔ وہ سامنے ہے۔"

"شکریہ۔ بہت شکریہ۔"

عمران نے کہا اور اس کے بتائے ہوئے اشارے کی طرف چلا گیا اور باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ باتھ روم خالی تھا۔ عمران نے اطمینان کی سانس لی۔ باتھ روم کا دروازہ اندر سے سرکایا اور اس کیبن کی طرف دیکھنے لگا۔ کیبن

کا دروازہ کھل رہا تھا۔ ایک آدمی نکلا اس کیبن میں سے۔ پھر دوسرا اور تیسرا آدمی نکلا۔ پہلے نکلنے والے آدمی نے سر پہ ہیٹ لگا رکھا تھا۔ وہ ... ہیں تھا۔ کالے رنگ کا دھاری دار سوٹ۔ عمران کی طرف اس کی پیٹھ تھی مگر جسامت سے عمران اندازہ کر سکتا تھا کہ یہ وہی اختیار خاں ہے۔ ایک منٹ کے لئے وہ اپنے ساتھی سے بات کرنے کے لئے مڑا۔ اور عمران اس کی شکل دیکھ کر بیہوش ہوتے ہوتے رہ گیا۔ ایسا لگا جیسے جسم سے روح نکل کر اوپر کی طرف چلی گئی ہو اور جسم ہوا میں معلق ہو گیا ہو۔ اس نے محسوس کیا کہ جیسے اس کی آواز حلق میں پھنس گئی ہو۔ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو۔ چیخنا چاہتا ہو۔ دنیا والوں کو کچھ بتانا چاہتا ہو۔ مگر آواز حلق سے نکلنے کے بجائے پیٹ کی طرف جا رہی ہو۔ وہ جہاں تھا وہیں ٹکا رہ گیا آنکھیں بستر مرگ کی طرح کھلی کی کھلی تھیں۔ ہاتھ دروازے پر ٹکا تھا۔

"اُف خدایا۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔"

بڑی مشکل سے اس کے منہ سے نکلا۔ وہ لوگ باہر نکل چکے تھے اور عمران ان کے پیچھے جانا چاہتا تھا۔ مگر پاؤں من من بھر کے ہو گئے تھے اس نے اپنے آپ کو زور سے جھٹکا۔ بالکل ۴۴۰ وولٹ کے کرنٹ کی طرح ایک جھٹکا کھایا اور باتھ روم سے باہر نکل آیا۔ جیب سے پیسے نکال کر میز پر رکھے اور بغیر واپس لئے باہر نکل گیا۔ باہر تجارو کھڑی تھی۔ کالے رنگ کی چمکدار تجارو۔ دو آدمی اس میں بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک وہ بھی تھا۔ تیسرے نے ہاتھ کا دائرہ بنا کر سلام کیا اور جیپ چلدی۔ عمران

دائیں کار کی طرف دوڑا۔ بارش اب بھی اسی انداز میں ہو رہی تھی۔ مگر عمران عجیب کیفیت سے گزر رہا تھا۔ اسے کسی بارش کی پرواہ نہیں تھی۔ اسے تو ایک راہ نظر آ گئی تھی۔ ایک راستہ۔ جو اسے فیانس تک تو لے جائے گا۔ ساتھ ہی ایک بڑے مسئلے کو حل کر دے گا۔

عمران بہت محتاط انداز میں ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ تجیرو کی رفتار کا کھٹارا کار کیا مقابلہ کر سکتی تھی۔ مگر شاید انہیں اپنی جیپ تیز بھگانے کا شوق نہیں تھا۔ انہیں کیا معلوم کوئی پیچھے لگا ہوا ہے۔ عمران کو بارش کا بھی فائدہ حاصل تھا۔ تیز بارش کا۔ ان کی جیپ جمال پور کی طرف جا رہی تھی۔ عمران کو اس کا اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ جس راستے پر جا رہے ہیں۔ وہ جمال پور کو جاتا ہے۔ اب وہ راستہ کسی خطرناک علاقہ میں بھی جاتا ہو۔ عمران نے ان کا پیچھا کرنا تھا اور وہ کر رہا تھا۔ اسے اس وقت کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔ مگر جیپ اچانک دائیں جانب مڑ گئی۔

"یہ راستہ کہاں جاتا ہے؟" اس نے سوچا۔ اس نے بھی اپنی کار دائیں جانب موڑ دی اچانک ایک کار اسی لمحے ایک گلی سے نکلی اور عمران کی کار سے آ کر ٹکرائی۔ ٹکر اتنی شدید تھی کہ عمران کی کار پورا چکر کھا گئی۔ عمران کا جسم ہل گیا جب اس کا سر اسٹیرنگ سے ٹکرایا۔ عمران کے سر پہ شدید چوٹ آئی تھی۔ اس پر بیہوشی طاری ہو گئی اور وہ بیہوش ہو گیا۔ ٹکرانے والی دوسری کار الٹ گئی تھی۔ قریب سے کچھ لوگوں نے

کار کو سیدھا کیا اور اس کے مسافر لڑکوں کو اس میں سے نکالا۔ ان کے بھی جگہ جگہ چوٹیں آئی تھیں۔ ایک لڑکے کا بایاں ہاتھ بتا رہا تھا کہ فریکچر ہوا ہے۔ لوگوں کے اطلاع دینے پر ایمبولینس آگئی اور تینوں کو ڈال کر اسپتال لے گئی۔ عمران ابھی تک بیہوش تھا۔

ادھر سلیمان نے جب سے عمران سے فون پر بات کی تھی وہ بےحد پریشان تھا۔ اس نے عمران سے بات کر کے انسپکٹر یوسف کی جانب گھمایا۔ انسپکٹر یوسف نے کہا میں خود آتا ہوں میرا انتظار کرو اور سلیمان بے چینی سے ان کا انتظار کرنے لگا۔

دروازے پر بیل ہوئی تو سلیمان دروازے کی طرف لپکا۔ انسپکٹر یوسف اندر داخل ہوئے۔

"کیا ہوا؟"

اندر داخل ہوتے ہی انسپکٹر یوسف نے پوچھا۔

"فیاض غائب ہو گیا۔"

"کیسے؟"

"یہ عمران صاحب نے نہیں بتایا۔ وہ بہت پریشان نظر آتے تھے۔ کچھ آواز صاف سنائی نہیں دیتی تھی اور کچھ عمران صاحب پریشان لہجے میں بات کر رہے تھے۔"

"اور کیا کہہ رہا تھا۔"

انسپکٹر یوسف نے پوچھا۔ اتنے میں تنویر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"اوہ تم بھی یہیں ہو۔"

"ج۔ ج۔ جی۔ مو۔ مو مجھے اس۔ عمران صاحب نے۔ کا۔ کا۔ کہا تھا۔ یہاں رک۔ رک رکنے کو۔"

تنویر نے ہکلاتے ہوئے بہت مشکل سے کہا۔

اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ تم سے تو یار بات کرنے کے لئے لمبا ٹائم درکار ہوتا ہے۔

ہاں سلیمان اور کیا کہہ رہا تھا عمران۔

"مجھے فوراً پہنچنے کا حکم ملا ہے۔"

سلیمان نے کہا۔

"کیسے جاؤ گے۔"

انسپکٹر یوسف نے پوچھا۔

"جی۔ یہ کام آپ کا ہے۔"

"تنویر بھی جائے گا۔"

"یہ آپ بتائیں گے۔"

"نہیں تنویر کو مت لے جاؤ۔ تم چلے جاؤ۔ میں گاڑی کا بندوبست کر لیتا ہوں۔"



"میرا خیال تھا یوسف صاحب عمران سے فون پر بات کر لیجئے۔ وہ راجن پور کے ہوٹل تاج میں ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ ہمارے فون کا انتظار کر رہے ہوں"

"سلیمان کی بات بھی ٹھیک تھی۔ عمران کو فون ملایا گیا۔ ہوٹل تاج والوں نے بتایا عمران کا کمرہ بند ہے اور وہ کمرے میں نہیں ہیں انسپکٹر یوسف نے کاؤنٹر پر فون دینے کے لئے کہا۔ کاؤنٹر سے معلوم ہوا کہ فون کرتے وقت وہ کچھ پریشان تھے۔ ان کا بھانجا گم ہو گیا ہے"

انسپکٹر یوسف نے شکریہ ادا کر کے فون رکھ دیا۔ کچھ دیر وہ سوچ میں پڑے رہے۔ پھر اچانک بولے۔

"میں بھی چلتا ہوں تمہارے ساتھ"

"کیوں کیا ہوا۔ ؟"

سلیمان نے پوچھا۔

"مجھے کچھ گڑبڑ نظر آتی ہے۔ تم ایسا کرو کہ اپنی تیاری کرو میں ایک گھنٹے میں پلٹتا ہوں"

انسپکٹر یوسف نے کہا اور فوراً وہاں سے چلے گئے۔ تو سلیمان کی شکل دیکھنے لگا۔

"س۔ س۔ سلیمان۔ میں۔ میں۔ بھی جاؤں گ۔ گ۔ گا"

"نہیں۔ ابھی نہیں۔ ابھی تم گھر جاؤ گے۔ پھر جب میں کہوں گا تب تم جاؤ گے"

"تم۔ میرے۔ ک۔ ک کیا۔ ب۔ ب باس ہو۔"

"ابے چقندر۔ جب عمران نہیں ہوتا تو ہم باس ہوتے ہیں، اور ویسے بھی تیری کلچ پلیٹ خراب ہے۔ یہ کمپیوٹر کا زمانہ ہے۔ اور تم وہی ٹائپ رائٹر کی طرح بولتے ہو۔ ایسے میں تمہیں ساتھ رکھ کر مصیبت کون کھڑی کرے گا۔ اب تم جاؤ اور ہمارے حکم کا انتظار کرو۔"

"سلیمان۔ بھ۔ بھ۔ بھیا۔ میں۔ میں بڑا جاس۔ جاس، جاسوس بننا چاہتا ہوں۔ یہ۔ ب۔ ب بڑا اچھا موقع ہے۔ میرے لئے۔" تنویر نے بہت مشکل سے اپنی بات پوری کرتے ہوئے کہا اور سلیمان اس کی بات پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"میرے بھتیا۔ پیارے بھیا۔ یہ جاسوس واسوس بننا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے اور نہ ہی بچوں کا کھیل ہے۔ مجھے تو تمہارے بڑے ہو جانے پر شبہ ہے اور تم بڑا جاسوس بننے کی بات کرتے ہو۔ جاؤ منّے جاؤ۔ شاباش۔ گھر جاؤ۔ آرام کرو اور اپنے ننھے سے ذہن کو زیادہ چکر میں مت پھنساؤ۔ جاؤ شاباش۔"

سلیمان کی بات پر تنویر کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ سلیمان جو اس سے اچھی خاصی بحث کرتا ہے اسے اس قسم کے جواب دے گا۔ تنویر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ جانے کے لئے پلٹا ہی تھا کہ سلیمان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کھینچ کر اپنے

گلے لگا لیا۔

"دیکھو تنویر۔ میں تمہارا دل دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ اور میں یہ بھی چاہتا تھا کہ تم کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤ۔ میں نے تم سے اس لئے ایسی باتیں کیں کہ تم بیشک مجھ سے ناراض ہو جاؤ مگر اس خوفناک کھیل سے دور رہو۔ تمہیں اگر میری بات سے دکھ پہنچا ہے تو مجھے معاف کر دو۔ تم ہمارے ساتھی ہو، دوست ہو مگر میں تمہیں جان بوجھ کر آگ میں نہیں جھونک سکتا۔"

تنویر کی سمجھ میں سلیمان کی بات آ گئی تھی۔ اس نے سلیمان کی اس محبت کا شکریہ ادا کیا اور پھر سلیمان سے یہ وعدہ لے کر کہ جہاں ضرورت پڑی تو سلیمان ضرور بلائے گا۔ وہاں سے چلا گیا۔ سلیمان کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔ وہ مذاق کے قطعاً موڈ میں نہیں تھا مگر اسے یہ مذاق کرنا پڑا۔ سلیمان نے ایک چھوٹے سے بیگ میں اپنے کپڑے ٹھونسے اور انسپکٹر یوسف کا انتظار کرنے لگا۔ وعدے کے مطابق انسپکٹر یوسف ایک گھنٹے بعد وہاں پہنچ گئے۔ وہ سادہ لباس میں تھے۔ سلیمان بھی کپڑے بدل کر تیار تھا۔ اس نے اپنا بیگ سنبھالا اور گھر کو اچھی طرح دیکھ کر تالا لگا دیا۔ انسپکٹر یوسف نے جیپ اسٹارٹ کی۔ وہ پولیس کی جیپ نہیں لائے تھے بلکہ عام جیپ لائے تھے دونوں وہاں سے چل دیئے۔



ادھر عمران جو اسپتال میں بےہوش پڑا تھا ہوش میں آنے لگا خود کو اسپتال کے کمرے میں پا کر وہ پریشان ہو گیا۔ مگر پھر اس کے سامنے ایکسیڈنٹ کا وہ خوفناک منظر گھوم گیا۔ اس کے ساتھ اسے فیاض کا خیال آیا۔ عمران بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ڈاکٹر وہاں پہنچ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے عمران کو لیٹ جانے کا مشورہ دیا۔ مگر عمران بضد تھا کہ اسے جانا ہے۔ ڈاکٹر نے ابھی جانے کی اجازت نہیں دی۔ اسے آرام کا مشورہ دیا گیا۔ عمران کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اندرونی چوٹ نہیں تھی۔ سر کے درمیان میں ایک گومڑ بن گیا تھا اور بس۔ ڈاکٹر نے مرہم لگا کر پٹی باندھ دی تھی۔ عمران جب اٹھنے کی کوشش کرتا ڈاکٹر یا نرس اسے اٹھنے سے منع کر دیتے۔ ایک دفعہ اس نے وہاں سے بھاگ جانے کی کوشش کی۔ وہ بھاگنے کے لئے تیار تھا کہ سامنے سے انسپکٹر یوسف اور سلیمان داخل ہوتے ہوئے نظر آئے۔ انہیں دیکھ کر بہت دیر بعد عمران کے چہرے پر مسکراہٹ نظر آئی تھی۔ سلیمان اس کا ہاتھ پکڑ کر وہیں بیڈ پر بیٹھ گیا اور انسپکٹر یوسف نے کرسی پکڑ لی۔

"یہ سب کیسے ہوا؟"

"لمبی کہانی ہے۔"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بلو چھوٹی کر کے سنا دو۔"

"بس یوسف بھائی ہوگیا۔ کچھ مارنے والے کی مہربانی تھی اور کچھ بارش کی۔"

"یہاں سے چھٹی کب ملے گی؟"

"فی الحال تو آرام کرنے کا مشورہ مل رہا ہے۔" مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں۔" عمران نے کہا۔

"ہم پہلے تاج ہوٹل گئے۔ جب وہاں سے تمہاری کوئی خبر نہیں ملی تو میں راج تھانے کے انچارج سے ملنے چلا گیا۔ وہ میرے دوست ہیں انسپکٹر ارشاد۔ اچھے آدمی ہیں۔ ان سے پوچھا کہ آپ کے تھانے میں کوئی خبر۔ تو تمہارے بارے میں تب جا کر معلوم ہوا تمہارا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے شاید انہیں بھی معلوم نہ ہوتا۔ تمہاری جیب سے شناختی کارڈ نکلا تھا جو یہاں کے میڈیکل آفیسر ریاض کے پاس ہے۔"

انسپکٹر یوسف نے تفصیل بتائی۔

"وہ لوگ کون تھے جنہوں نے گاڑی پر گاڑی دے ماری۔"

"وہ دو لڑکے تھے۔ طالب علم ہیں۔ ایک لڑکے کے ہاتھ میں فریکچر ہوگیا ہے۔ دونوں بچ گئے۔ اللہ نے تم تینوں پر کرم کر دیا۔"

"یوسف بھائی۔ وہ گاڑی۔ وہیں پڑی ہوگی۔"

"نہیں۔ گاڑی اٹھا کر تھانے لے آئے تھے۔ میں نے ارشاد سے کہہ دیا ہے۔ اس کا زیادہ نہیں بگڑا۔ مگر پھر بھی دو دن لگ جائیں گے ٹھیک ہونے میں۔"

انسپکٹر یوسف سے بات کر کے عمران نے سلیمان کی طرف دیکھا۔ سلیمان گم صم ہوا تھا عمران کو اس طرح اسپتال میں دیکھ کر۔ انسپکٹر یوسف نے ڈاکٹر سے بات کی۔ ڈاکٹر نے عمران کا ایک مرتبہ پھر چیک اپ کیا اور اسے وہاں سے جانے کی اجازت مل گئی۔ تینوں ہوٹل تاج پہنچ گئے۔ انسپکٹر یوسف نے وہاں ایک کمرہ اور بک کروالیا تھا اپنے اور سلیمان کیلئے۔

"آپ نے یہ اچھا کیا کہ ہوٹل میں ٹھہر گئے۔ پولیس ہوسٹل میں ٹھہرتے تو چھپ چھپ کر ملنا پڑتا۔ ہاں ایک بات اور آپ نے انسپکٹر ارشاد سے تو اس سے ملنے پر کوئی بات نہیں کی۔"

عمران نے کمرے میں پہنچتے ہی انسپکٹر یوسف سے کہا۔

"نہیں۔" میں نے انہیں صرف اتنا بتایا ہے کہ تم میرے رشتہ دار ہو۔ تم گھومنے آئے تھے کہ اچانک غائب ہوگئے۔ میں تمہیں لینے آیا ہوں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔" عمران بولا

"اچھا اب تم مجھے تفصیل سے بتاؤ۔ معاملہ کیا ہوا۔"

"نہیں یوسف بھائی۔ یہاں نہیں۔ تھوڑی دیر میں یہاں سے چلتے ہیں۔ پھر کہیں اور چل کر بات کریں گے۔"

کچھ دیر آرام کر کے یہ لوگ یہاں سے چل دیئے۔ عمران انہیں ایک پبلک پارک میں لے گیا۔ تینوں پتھر کی ایک بینچ پر جا کر بیٹھ گئے۔ عمران نے ساری تفصیل بتائی دونوں کو۔ اور جب انسپکٹر یوسف کو پتہ چلا کہ افتخار خان اور سیٹھ حمید ایک ہی آدمی ہیں۔ یعنی سیٹھ حمید

نے ہی انتبار خان کا روپ دھار رکھا ہے تو انسپکٹر یوسف کا منہ کھلا کھلا رہ گیا۔

"عمران۔ میں مان گیا۔ تم یقیناً بڑے جاسوس ہو۔ جو بات ہم پولیس میں رہ کر نہیں جان سکے تم نے ایک دن میں جان لی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر تمہارا ایکسیڈنٹ نہ ہوا ہوتا تو تم اصلیت تک پہنچ جاتے۔"

"جی ہاں۔"

"اب کیا پروگرام ہے۔"

انسپکٹر یوسف نے پوچھا۔

"میں آج رات سلیمان کے ساتھ جمال پور جانے کا ارادہ کر رہا ہوں"

عمران نے کہا۔

"میں بھی ساتھ چلوں۔"

انسپکٹر یوسف نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے۔ آپ کا ہمارے ساتھ جانا مناسب نہیں۔ آپ اگر یہاں سے کچھ سپاہی لے سکتے ہیں تو انہیں لے کر ہم سے پہلے جمال پور پہنچ جائیں۔ کسی کو بھی آپ کا خیال نہیں آئے گا۔ آپ کیوں آئے ہیں۔ وہاں آپ پولیس ہوسٹل میں ٹھہر جائیں۔ میں کوشش کرونگا کہ کسی وقت وہاں آپ سے مل لوں۔ مگر جب تک میں آپ سے نہیں مل لوں آپ وہیں رہیں گے۔"

"مگر تم دونوں وہاں تک کیسے پہنچو گے۔" انسپکٹر یوسف نے پوچھا۔

"میں نے معلوم کرلیا ہے یوسف بھائی۔ یہاں سے ویگن راجن پور کے

آخری محلے تک جاتی ہے۔ پھر وہاں سے دو میل کے بعد جنگل کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ وہ جنگل بہت بڑا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی جمال پور کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔"

عمران نے تفصیل بتائی۔

"عمران۔ اس طرح جانا تم دونوں کے لئے خطرناک ہو سکتا ہے پیدل ہی پیدل تمہیں تین چار میل کا فاصلہ طے کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد بھی جمال پور کوئی بہت چھوٹا علاقہ نہیں ہے اور پھر بارش یہاں زیادہ دیر کے لئے نہیں رکتی۔ موسم اب بھی خراب نظر آتا ہے نہ جانے دوبارہ کب بارش شروع ہو جائے اور کب تک ہوتی رہے۔"

انسپکٹر یوسف کی بات پر عمران ہنس دیا۔

"یوسف بھائی۔ میرا نام عمران ہے۔ علی عمران۔ اللہ تعالیٰ نے اگر مجھے کچھ علیحدہ قسم کا بنایا ہے تو کچھ سوچ کر ہی بنایا ہوگا۔ اور ویسے وہ عمران ہی کیا جو خطروں سے نہ کھیلے۔ اب تو یہ سلیمان بھی خطروں سے کھیلنے لگا ہے۔" یہ سن کر سلیمان فخر سے مسکرانے لگا۔

"میرا ابھی جملہ مکمل نہیں ہوا۔" عمران نے سلیمان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابھی پچھلے دنوں یہ آگ سے کھیل رہا تھا۔ بیچارہ ماچس جلانے کی کوشش کرتا اور ماچس جل کر نہیں دیتی۔ بہت محنت کرنی پڑی آگ سے کھیلنے کے لئے۔"

عمران نے کہا تو سلیمان کا سارا فخر صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ

گیا اور انسپکٹر یوسف کا قہقہہ گونج گیا۔

"عمران تم یہ جیب بھی لے جا سکتے ہو میرے دوست کی جیب ہے۔"

انسپکٹر یوسف نے عمران سے سارا پروگرام ایک مرتبہ پھر طے کیا اور ان دونوں کو ہوٹل چھوڑ کر راجن تھانے چلے گئے۔ وہ راجن تھانے پہنچے ہی تھے کہ انسپکٹر ارشاد انہیں دروازے پر مل گئے۔ وہ انہیں کی تلاش میں نکل رہے تھے۔

"انسپکٹر یوسف میں آپ کی تلاش میں نکل رہا تھا۔ اچھا ہوا آپ آ گئے۔"

"خیریت ہے۔ آپ پریشان نظر آ رہے ہیں۔"

انسپکٹر یوسف نے پوچھا۔

"پریشانی کی بات ہے۔ ہیڈ آفس سے آپ کے لئے اب تک چار ٹیلیفون آ چکے ہیں۔ میں نے اسپتال سے پتہ کیا تو آپ جا چکے تھے۔ اپنے رشتے دار لڑکے کو لے کر۔ اب مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ کہاں ٹھہرے ہیں۔"

"فون پر یہ کون تھا۔ کون بات کرنا چاہ رہا ہے؟"

انسپکٹر یوسف بھی یہ سن کر پریشان ہو گئے۔

"ڈی آئی جی صاحب بات کرنا چاہتے تھے۔ ابھی میں ان کو تسلی بخش جواب نہیں دے پایا تھا کہ آئی جی صاحب کا فون آ گیا۔ میرے بتانے پر وہ غصہ ہو گئے اور آپ کو فوراً تلاش کرنے کے لئے کہا۔"

"نہ جانے کیا بات ہے۔" انسپکٹر یوسف نے کہا اور ارشاد صاحب کے ساتھ اندر کی طرف دوڑے۔ ارشاد صاحب نے فوراً ہیڈ آفس فون ملایا اور جیسے ہی ڈی آئی جی صاحب لائن پر آئے فون انسپکٹر یوسف کو پکڑا دیا۔

"جی سر۔ یوسف بول رہا ہوں۔"

"کہاں تھے تم۔ بار بار کب سے تمہیں تلاش کیا جا رہا ہے۔"

"سر میں تھوڑا مصروف تھا۔ چلتے وقت میں نے آپ کو بتایا تھا۔"

"ہاں۔ مگر آئی جی صاحب کا حکم ہے تم فوراً واپس آؤ۔"

"خیریت سر؟" انسپکٹر یوسف نے پوچھا۔

"خیریت نہیں ہے۔ ایک گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

ڈی آئی جی صاحب نے کہا۔

"کیا فون پر بتائی جا سکتی ہے؟"

"نہیں۔" جواب ملا۔

"سر مجھے پہنچنے میں ڈھائی تین گھنٹے لگ سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آئی جی صاحب کو بتا دوں گا۔ مگر تم سیدھے ہیڈ آفس پہنچنا۔"

"اوکے سر۔" انسپکٹر یوسف نے کہا اور فون بند کر دیا۔ انسپکٹر ارشاد جو ان کے پاس کھڑے تھے فون رکھتے ہی بولے۔

"کیا ہوا۔ کیوں بلا رہے ہیں؟"

"یہ نہیں بتایا۔ بس اتنا کہا ایک گڑبڑ ہوگئی ہے۔ انسپکٹر ارشاد تم وائرلیس پر چیک کرواؤ۔ کوئی دنگا فساد تو نہیں ہوگیا۔"

انسپکٹر یوسف نے کہا اور ارشاد صاحب کے ساتھ وائرلیس روم میں آگئے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ایسی کوئی اطلاع نہیں ہے۔

"پھر کیا بات ہے؟" انسپکٹر یوسف سوچ میں پڑ گئے۔ ادھر عمران سے جمال پور پہنچنے کی بات کرکے آئے ہیں اور ادھر ہیڈ آفس طلب کر لیا گیا ہے۔ انسپکٹر یوسف نے فوراً گھڑی پر نظر دوڑائی۔ اس وقت سات بجنے میں بارہ منٹ تھے اور عمران نے سات بجے نکل جانا تھا۔ انسپکٹر نے جلدی میں ارشاد صاحب کو خدا حافظ کہا اور جیپ میں بیٹھ کر جیپ دوڑا دی۔ وہ عمران کے نکلنے سے پہلے عمران تک پہنچنا چاہتے تھے۔ وہ جیپ کو تقریباً بھگاتے ہوئے تاج ہوٹل تک پہنچ گئے اور سیدھے کمرے کی طرف بھاگے۔ کمرے میں تالا لگا ہوا تھا۔ عمران سلیمان کے ہمراہ نکل چکا تھا۔ انسپکٹر یوسف وہاں رکے بغیر سیدھا ویگن کے اڈے کیطرف چل دیئے۔ عمران بتا چکا تھا کہ وہاں ویگن کے سوا اور کوئی سواری نہیں جا سکتی اس لئے وہ ویگن سے جائے گا۔ انسپکٹر یوسف نے اڈے پر پہنچ کر انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی مگر شاید وہ نکل چکے تھے۔ انسپکٹر یوسف کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ ہیڈ آفس کے لئے فوراً چل دیں۔ مگر ان کا رخ راجن تھانے کی طرف تھا۔

ویگن فراٹے بھرتی جا رہی تھی۔ عمران اور سلیمان اپنے اہم ترین سامان کے ساتھ پچھلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ سیٹیں انہوں نے اس لئے بھی پسند کیں کہ وہاں اور کوئی نہیں تھا۔ پچھلی سیٹ پر جھٹکے زیادہ لگتے ہیں اس لئے لوگ آگے بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ویگن لگ بھگ بیس کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکی تھی کہ ایک جھٹکے کے ساتھ ایک جگہ رک گئی۔ عمران نے شیشے میں سے باہر جھانکا۔ باہر اندھیرا بہت ہو چکا تھا۔ موسم کے آثار بھی اچھے نہیں تھے جب یہ لوگ ویگن میں سوار ہوئے تھے۔

یہ ویگن کیوں رکی۔ یہ سوچ کر عمران اور سلیمان دونوں پریشان تھے بیس کلومیٹر کے بعد سنا تھا کہ علاقہ سنسان شروع ہو جاتا ہے۔ رات کے وقت ڈاکو بھی حملہ کر سکتے ہیں لیکن جب ویگن میں چند پولیس والے چڑھے تو عمران کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کے پاس وہ ریوالور تھا جو عمران اور فیاض نے حملہ کرنے والوں کے ہاتھ سے گرایا تھا اور بعد میں ایک ریوالر مل گیا تھا۔ اس وقت تو وہ غیر قانونی تھا جو عمران نے اپنے

ساتھ ثبوت کے طور پر رکھ دیا تھا اور اس خیال سے بھی کہ ضرورت پڑنے پر استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔

پولیس کے دو سپاہی دروازے پر کھڑے رہے اور ایک ایس آئی ویگن میں ادھر ادھر نظریں دوڑاتا رہا۔ آخر اس کی نظریں عمران اور سلیمان پر آکر رک گئیں۔

"مروا دیا" اچانک عمران کے منہ سے نکلا۔ سلیمان کی بھی حالت نازک ہو گئی تھی۔ وہ ایس آئی ان کی طرف بڑھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے بہت ہی سخت لہجے کا استعمال کیا۔

"جی۔ کہ۔ وہ۔ ہم وہ ہیں" عمران نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"جی وہ۔ وہ کیا ہوتے ہیں۔ عمران صاحب کیا ہوتے ہیں؟" سلیمان نے گھبراتے ہوئے کہا۔

"گدھے۔ وہ۔ جی ہم گدھے ہیں"

عمران نے جیبیں کھجانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کہتے ہو۔ تم گدھے ہو"

"نہیں داروغہ صاحب۔ ہماری اتنی مجال کہاں۔ ہم تو کہہ رہے تھے آپ گدھے ہیں" عمران پھر بوکھلایا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو" پوری ویگن کے مسافر اس بات پر

زور زور سے ہنسنے لگے۔ ایس آئی بھی یہ سنکر جھینپ گیا تھا۔

"نہیں سرکار ہم بکواس نہیں کر رہے۔ یہ تو عمران بکواس کر رہا ہے اصل میں یہ گدھا ہے" سلیمان بھی بہکا۔

"ابے یہ کیا بکواس ہے۔ یہ گدھا ہے۔ وہ گدھا ہے۔ میں گدھا ہوں۔ آخر یہ کیا بک رہے ہو"

"نہیں جی۔ ہم سب گدھے ہیں۔ یہاں ہم سب گدھے ہیں"

عمران نے ویگن میں ڈانس شروع کر دیا اور سب انسپکٹر گھبرا گیا کہ کن لوگوں کے متھے پڑ گیا۔

"ارے میرے گدھوں۔ مجھے معاف کر دو میں نے تو بس ایک سوال کیا تھا اور تم لوگوں نے مجھے گدھا بنا کر رکھ دیا۔ میری تو تم نے یہ حالت کر دی کہ اب مجھے خواب میں بھی گدھے نظر آئیں گے"

سب انسپکٹر نے بال نہیں نوچے مگر اس کی حالت اسی قسم کی ہو گئی تھی۔ اس نے نہایت شرافت سے عمران سے ہاتھ ملایا اور معافی مانگتا ہوا ویگن سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اتر گیا۔ دونوں سکون سے دوبارہ بیٹھ گئے۔ ویگن میں سوار پہلے پہل تو قہقہے لگا رہے تھے مگر پھر انہیں خیال آیا کہ ان کی ویگن میں تو دو پاگل سفر کر رہے ہیں۔ بس وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اب تو ویگن کے ڈرائیور کو بھی ان لوگوں سے خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جو پولیس کو یوں بھگانے پر مجبور کر سکتے ہیں وہ یقیناً بڑے پاگل ہوں گے۔

"بچ گئے عمران صاحب" سلیمان نے رومال نکال کر پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

"سلیمان بیگ میں سے کوئی رسالہ نکالو جو میں نے سفر کے لئے رکھا تھا" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"کیا کرنا ہے؟" سلیمان نے پوچھا۔

"تم نکالو۔ جلدی کرو"

عمران سیدھا تن کر بیٹھا تھا اور سلیمان کو رسالہ نکالنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ سلیمان نے جلدی سے بیگ میں سے ایک رسالہ نکال کر عمران کے حوالے کیا۔ عمران نے جلدی سے رسالہ کھولا اور بند مٹھی میں سے ایک پرچہ نکال رسالے کے بیچ میں رکھ دیا۔ پھر ویگن میں ایک نظر ماری۔ سب آگے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمران نے یہ پرچہ کھولا۔

"عمران۔ مجھے بہت ضروری ہیڈ آفس بلایا گیا ہے۔ میں نے تم لوگوں کو ہوٹل اور ویگن کے اڈے پر تلاش کیا مگر تم دونوں نہ ملے۔ مجھے فوراً ہیڈ آفس کے لئے روانہ ہونا ہے۔ میں نے ارشاد صاحب اور ایس آئی افتخار کو اعتماد میں لیا ہے۔ دونوں قابل بھروسہ پولیس مین ہیں۔ ان پر پورا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اب میری جگہ پروگرام کے مطابق ایس آئی افتخار (جو تمہیں پرچہ دے گا) جہاں پور سپاہیوں کے ہمراہ پہنچے گا۔ میں انہیں بذریعہ پولیس جیپ یہاں سے فوراً روانہ کر رہا ہوں۔ یہ تم دونوں کو کسی بھی ویگن میں تلاش کر لیں گے کیونکہ یہ جانتے ہیں ویگن کس رفتار

سے چلتی ہے اور کہاں تک پہنچی ہوگی۔ یہ پرچہ ملنے کے پندرہ منٹ کے بعد یہ ایک مرتبہ پھر تمہیں ملیں گے۔ تم اپنا پیغام "ٹھیک ہے" لکھ کر رکھ لو یہ کس طرح تم سے جواب طلب کریں گے۔ تاکہ انہیں اندازہ ہو جائے کہ عمران اور سلیمان تم دونوں ہی ہو۔ ویسے وہ بہت ہوشیار آدمی ہے۔ غلط ہاتھ میں یہ پرچہ یقیناً نہیں دے گا۔

خدا تمہاری مدد کرے اور تم دونوں اپنے مقصد میں کامیاب لوٹو۔

تمہارا یوسف

"کیا بات ہے عمران صاحب۔ انسپکٹر یوسف کو ہیڈ آفس کیوں بلایا گیا ہے اتنی ایمرجنسی میں"۔

"سلیمان۔ میں خود سوچ کر پریشان ہوں۔ اللہ خیر کرے۔ تم کاغذ نکالو بیگ سے"۔ عمران نے کہا۔

سلیمان نے بیگ سے لیٹر پیڈ نکال کر کاغذ پھاڑ دیا۔

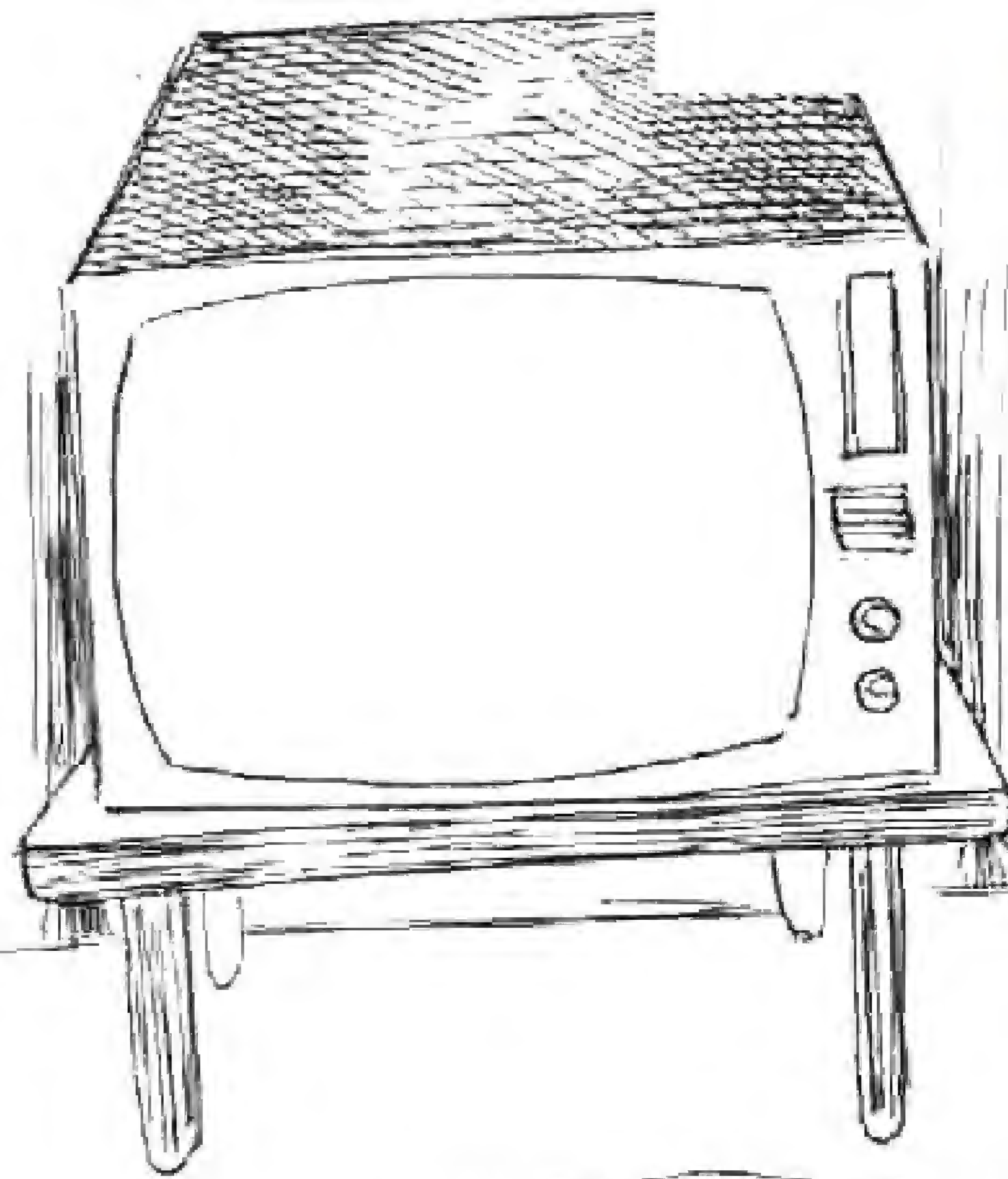
عمران نے جیب سے پین نکالا اور اس پر بڑا بڑا پیغام لکھ دیا۔

"ٹھیک ہے"۔ (عمران)

ویگن کے مسافران دونوں سے اب تک خوفزدہ تھے اور پہلو بدل رہے تھے۔ خود کو پورا پورا پاگل ثابت کرنے کے لئے عمران اٹھا اور ایک ایک سیٹ پر جا کر ٹکٹ چیک کرنے لگا۔ لوگ خوف کے مارے اپنے اپنے ٹکٹ دکھا رہے تھے اور عمران کبھی ایسی حرکت کر جاتا کہ وہ سہم جاتے۔ ٹکٹ چیکر اور بس ڈرائیور بھی سہمے ہوئے تھے۔ اس لئے اس کی حرکت پر خاموش تھے۔ سلیمان کبھی کبھی زور سے ہنسنے لگتا۔ پھر یکایک رونے کی اداکاری کرتا اب تو ویگن میں سوار لوگوں کو بھی یقین ہو گیا کہ یہ پاگل ہیں۔ تب موقع سے فائدہ اٹھا کر عمران ڈرائیور کے پاس پہنچ گیا اور اس کے پیچھے سے اپنا منہ ڈرائیور کے قریب کر دیا۔ ڈرائیور نے گھبرا کر زوردار بریک لگا دی۔ ویگن کے رکتے ہی پھر پولیس والے بس میں آ گئے۔

"بس کیوں روکی ہے؟"

ڈرائیور نے خوفناک نظروں سے عمران کی طرف دیکھا اور اشارہ کیا ایس آئی نے آگے بڑھ کر عمران کا گریبان پکڑ لیا اور اسے گھسیٹتا ہوا پچھلی سیٹ پر لے آیا۔ عمران نے موقع پاتے ہی ایس آئی ممتاز کے ہاتھ میں وہ پرچہ تھما دیا۔ اور ایس آئی اسے تمیز کے ساتھ بیٹھنے کی تلقین کرتا ہوا اور حوالات میں بند کر دینے کی دھمکی دیتا ہوا واپس اتر گیا۔ ڈرائیور نے ویگن کا گیئر لگایا اور خوف کے مارے ویگن کو دوڑانے لگا۔ اب بہت دیر ہو گئی اور سارا جھن پور کا آخری اسٹاپ آ گیا۔ کچھ لوگ تو پہلے ہی راستے میں اتر گئے تھے۔ باقی لوگوں کے ساتھ عمران اور سلیمان بھی اپنے سامان سمیت اتر گئے۔ آخری اسٹاپ پر دو تین تانگے کھڑے تھے۔ لوگ منہ مانگے داموں پر اندرونی حصوں میں جانے کے لئے تانگہ والوں سے بات کر رہے تھے۔ عمران اور سلیمان وہاں سے پیدل چل دیئے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اندرونی علاقہ کی طرف جا رہے تھے۔ مگر جب انہیں احساس ہوا کہ سارے مسافر اور تانگے والے جا چکے ہیں تو وہ سیدھے





راستے پر آگئے۔ ان کے دیکھتے دیکھتے پولیس جیپ بھی گزر گئی تھی۔ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے بالکل ویران راستے پر چل دیئے۔ اب انہیں عام آدمی کے دیکھنے کا ڈر نہیں تھا۔ چلتے چلتے یہ لوگ ایک میل کے لگ بھگ راستہ طے کر گئے تھے۔ عمران اپنے سر میں ہلکا درد محسوس کرنے لگا۔ اس کے سر پر ابھی تک پٹی بندھی ہوئی تھی۔

"کیا خیال ہے سلیمان کچھ دیر یہاں بیٹھ لیا جائے۔ سر میں شدید درد ہے"

"کرسیاں لگواؤں"

سلیمان نے کہا۔

"یار بکواس مت کرو۔ یہاں سر میں درد ہو رہا ہے اور تمہیں"

"ٹھیک ہے۔ آپ یہاں آرام سے بیٹھیں۔ جب تک میں کچھ کھا لوں"

سلیمان نے کہا اور بیگ میں سے ایک تھیلا نکال کر بیٹھ گیا۔ تھیلے میں بہت سے پراٹھے اور پکا ہوا سوکھا قیمہ تھا۔ سلیمان نے مزے لے لے کر کھانا شروع کر دیا۔

"اس کو دیکھو تو کیسے ندیدوں کی طرح کھا رہا ہے۔ یار کچھ میرے لئے بھی چھوڑ دینا۔ سب مت کھا جانا۔ ہمارے پاس کل خوراک یہی ہے" عمران نے سلیمان کو اس طرح کھاتا دیکھ کر کہا۔

"میں سوچتا ہوں عمران صاحب ابھی کھا لوں۔ پھر کس نے دیکھی ہے"

"ہاں۔ ہاں کھالے۔ آ اور لے اپنے مٹکے میں سب کچھ۔ بعد میں تمہیں اسی بھوک کا مزا پڑے گا۔"

"کیوں آپ کا کیا جمال پور کے اسٹیٹ گورنر کے ہاں ڈنر ہے۔"

"نہیں بیٹا۔ یہ بات نہیں ہے۔ تم اصل میں کھانے کے لئے زندہ رہتے ہو جبکہ میں زندہ رہنے کے لئے کھاتا ہوں۔"

عمران نے ایک چبھتا ہوا تیر پھینکا اور سلیمان نے بقیہ کھانا لپیٹ دیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد یہ دونوں سامان لپیٹ کر پھر چل دیئے۔ عمران نے گھڑی پر نگاہ دوڑائی۔ ساڑھے دس بج رہے تھے۔ اب ان کے پاس زیادہ وقت بھی نہیں تھا۔ دونوں تیز تیز چلتے رہے یہاں تک کہ وہ جمال پور سے منسلک جنگل تک پہنچ گئے۔ یہاں سے اصل خطرناک علاقہ شروع ہوتا تھا۔ دونوں اس خطرناک جنگل میں داخل ہو گئے۔ جنگل میں داخل ہونے سے پہلے دونوں نے آیت الکرسی کا ورد کیا اور ایک دوسرے کے گرد حصار کھینچا۔

جنگل اپنی خاموشی۔ اندھیرے اور بڑے بڑے گھنے درختوں کی وجہ سے ایک عجیب سی پراسراریت پیش کر رہا تھا۔ ان باہمت نوجوانوں کی جگہ اور کوئی ہوتا تو شاید خوف سے مر جاتا۔ یہ دونوں بہت محتاط انداز میں چل رہے تھے۔ اگر بارش نہ ہوئی ہوتی تو زمین پر پڑے پتے ان کے چلنے سے شور مچاتے۔ مگر بارش نے جگہ جگہ کیچڑ کر رکھا تھا اور ان لوگوں کے لئے آواز کے بغیر چلنا آسان ہو گیا تھا۔ عمران اور سلیمان نے ٹارچیں

سنبھال رکھی تھیں۔ عمران نے احتیاطاً پستول اپنی پینٹ میں اڑس لی تھی۔ اچانک درخت سے کوئی چیز ان پر آ کر گری۔ دونوں گھبرا کر زمین پر لیٹ گئے۔ مگر جب ایک بندر کو چیں چیں کرتا ہوا بھاگتا دیکھا تو دونوں کی جان میں جان آگئی۔ یہ چلتے چلتے کچھ دور نکل آئے تھے۔ دور سے کوئی روشن چیز نظر آئی دونوں اسی جگہ تھم گئے جہاں تھے۔

"وہ دیکھ رہے ہو۔ شاید لائٹ چمک رہی ہے۔"

یقیناً آپ کا اندازہ درست ہے۔ وہ سرچ لائٹ ہے جو پورے جنگل میں گھمائی جا سکتی ہے۔ ابھی دونوں اس لائٹ کے بارے میں فیصلہ بھی نہیں کر پائے تھے کہ وہ سرچ لائٹ گھومنے لگی۔ عمران نے سلیمان کو دھکا دے کر زمین پر گرا دیا اور خود بھی زمین پر لیٹ گیا۔ لائٹ ان کے قریب سے گزر کر واپس چلی گئی۔ مگر ایک آواز نے انہیں پریشان کر دیا۔ کوئی زور سے چلا کر کہہ رہا تھا۔

"انور لائٹ دوبارہ گھماؤ۔ لگتا ہے جنگل میں کوئی ہے۔"

"اچھا ارشاد۔" دوسری آواز سنائی دی۔

لائٹ ایک مرتبہ پھر گھومنا شروع ہوئی۔ یہ دونوں پھر زمین پر لیٹ گئے۔ کچھ اتفاق سمجھ کر لائٹ ان کے قریب سے گزر جاتی تھی اور یہ نظر نہیں آتے تھے۔ دونوں کچھ دیر یونہی دم سادھے لیٹے رہے۔

"عمران صاحب آگے بڑھنا بہت خطرناک کام ہے۔ جان جا سکتی ہے۔ وہ لوگ تو نشانہ لے کر بیٹھ گئے ہوں گے شبہ میں۔"

سلیمان نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

بس کچھ دیر یونہی دم سادھے پڑے رہو۔ جب تک انہیں مکمل یقین نہ ہو جائے کہ کوئی نہیں ہے۔

وہی ہوا۔ دونوں زمین پر بغیر حرکت کیے پڑے تھے کہ کچھ دیر بعد درختوں کی جھاڑیاں ہلتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"میرا خیال ہے۔ کچھ لوگ ہماری تلاش میں آرہے ہیں۔"

سلیمان نے بہت آہستگی سے عمران کے کان میں کہا اور عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دبا دیا کہ بالکل حرکت نہ کرنا۔ انہوں نے دیکھا کہ چار یا پانچ آدمی جدید اسلحہ سے لیس اسی طرف آرہے ہیں۔ دونوں کی جان نکل گئی۔ پکڑے جانے کے پورے امکانات تھے۔ دونوں نے اپنی سانسیں تک روک لیں۔ وہ لوگ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے ان کے قریب سے نکل گئے تو۔ دونوں نے سانس لی۔ مگر یوں ہی پڑے رہے۔

ان لوگوں کو جب کچھ نہ ملا تو واپس چلے گئے۔ کافی دیر تک یہ دونوں یوں ہی پڑے رہے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔ درختوں کے درمیان سے بوندوں کو جو جگہ ملتی نیچے تک چلی آتیں۔ سلیمان نے کیمرے والے بیگ پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر اس کی حفاظت کی۔ اب خطرہ تقریباً ٹل چکا تھا۔ سرچ لائٹ کا رخ دوسری جانب تھا۔ عمران نے بیگ میں سے ویڈیو کیمرہ نکالا اور اس لائٹ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس طرف کی مووی بنالی۔ کیمرے کے پاورفل لینس نے دور دور تک کی فلم بنالی تھی۔

عمران نے کیمرہ دوبارہ حفاظت سے بیگ میں رکھ دیا۔

"کیا خیال ہے اب آگے کی طرف بڑھا جائے؟"

سلیمان نے پوچھا۔

"ہاں۔ اٹھو۔ بہت آرام آرام سے آگے بڑھتے ہیں۔"

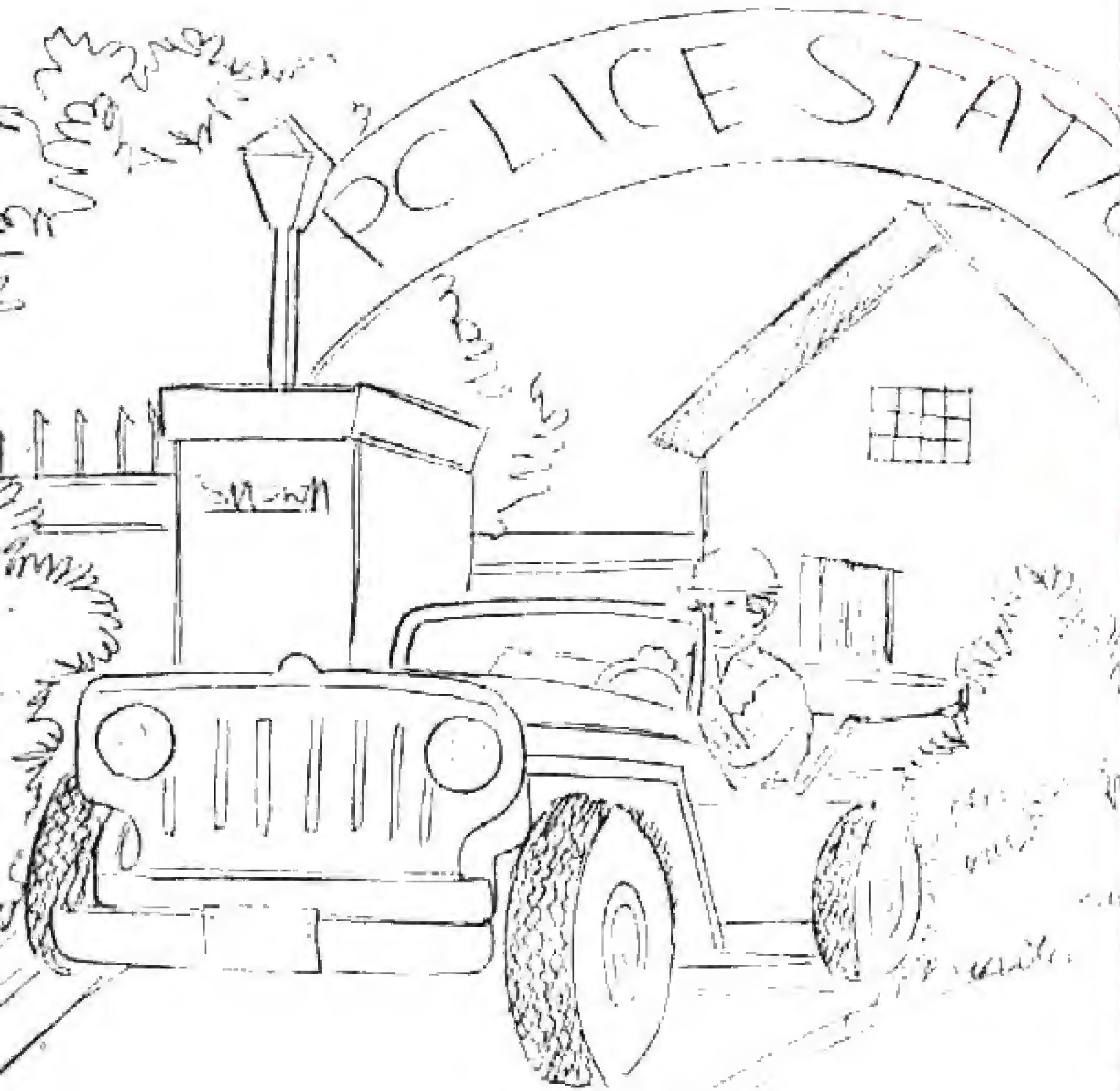
عمران بولا۔ اور یہ دونوں اپنا سامان کندھے پر لاد کر پھر چل دیئے یہ تھوڑا فاصلہ اور طے کیا تو لائٹ کو دوبارہ گھمانے کا حکم دیا گیا۔ سرچ لائٹ جتنی تیزی کے ساتھ گھومی اتنی ہی تیزی کے ساتھ یہ دونوں زمین پر گر گئے۔ لائٹ نے آہستہ آہستہ پورا سرکل مکمل کیا اور پھر اپنی جگہ واپس چلی گئی۔ یہ دونوں پھر وقفہ دے کر اٹھے۔ کچھ آگے بڑھے کہ اچانک سلیمان کا پاؤں پھسلا اور وہ ایک نہ نظر آنے والے گڑھے میں گر گیا۔ ان دونوں کے لئے یہ نئی مصیبت کھڑی ہو گئی۔ عمران نے ہاتھ اندر ڈال کر سلیمان کو نکالنے کی کوشش کی۔ مگر پھسلن کی وجہ سے عمران کا پاؤں ایک جگہ نہیں ٹک رہا تھا۔ جب بہت کوشش کی کہ سلیمان باہر نہ نکل سکا تو عمران تھک ہار کر بیٹھ گیا۔

"اب بیٹھے رہو۔ بچو۔ باہر آنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔"

عمران نے بہت آہستہ سے کہا۔

"میں تو کہتا ہوں۔ عمران صاحب۔ آپ بھی اندر آجائیے۔ بہت مزا آرہا ہے۔ دونوں پاؤں پر کیڑے چپٹ رہے ہیں۔"

سلیمان ذرا تیز آواز میں بولا۔ اس کی آواز اس سناٹے میں دشمنوں کو



سنائی دے سکتی تھی۔

آہستہ بول میرے باپ۔ آہستہ بول

تو پھر باہر نکال لے۔

”مجھے بلیک میل کرے گا تو تجھے چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔“

عمران بولا۔

”بھاگ جائیے۔ میں آپ کا پتہ بتا کر گھر سے اٹھوالوں گا۔“

سلیمان کی تیز آواز سے عمران گھبرا گیا اور اس نے دوبارہ اسے باہر نکالنے کی کوشش کی۔ سلیمان تو باہر نکل گیا۔ مگر عمران کا پاؤں بری طرح سلپ ہو گیا۔ وہ ایسا گرا کہ سارا لباس کیچڑ ہو گیا۔

ادھر انسپکٹر یوسف جتنی تیز جیپ چلا سکتے تھے انہوں نے چلائی اور
کسی طرح پولیس ہیڈ آفس پہنچ گئے۔ وہ تقریباً دوڑتے ہوئے ڈی آئی
جی صاحب کے کمرے میں پہنچ گئے۔ وہ انسپکٹر یوسف کو دیکھ کر فوراً
کھڑے ہو گئے۔

بہت بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔

ڈی۔آئی۔جی نے کہا۔

"سر خیریت ہے۔ جلدی بتائیے۔ میرا بلڈ پریشر بڑھ رہا ہے۔"

انسپکٹر یوسف نے پوچھا

"چلو میرے ساتھ۔"

انہوں نے کہا اور انسپکٹر یوسف کو لے کر وہ آئی جی صاحب کے کمرے
کی طرف چل دیئے۔ آئی جی صاحب بھی انسپکٹر یوسف کے انتظار میں
بہت بے چین تھے۔

"آؤ انسپکٹر۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

"کیا ہوا سر۔"

"غضب ہو گیا۔"

"سر وہ تو سُن چکا ہوں۔ مگر ہوا کیا یہ بتلائیے۔"

انسپکٹر یوسف کے لئے ہر چیز معمہ بنی ہوئی تھی۔ آئی جی صاحب
نے اپنے کمرے میں رکھے ہوئے وڈیو سیٹ پر ایک وڈیو فلم لگائی۔
انسپکٹر کی نظریں ٹیلی ویژن پر جم گئیں۔ کچھ دیر بعد ٹیلی ویژن اسکرین پر مراد نگر
کا اسٹیشن دکھائی دیا۔ پھر ایک آواز ابھری۔

جناب انسپکٹر جنرل پولیس درانی صاحب۔ یہ اسٹیشن جو آپ دیکھ
رہے ہیں یہ مراد نگر کا اسٹیشن ہے۔ یہاں مختلف جگہ پر ہم نے بارہ طاقتور
بم فٹ کر رکھے ہیں۔ اب آئیے آپ کو مراد نگر کا معروف بازار دکھاؤں۔

اسکرین پر مراد نگر کا معروف بازار دکھایا گیا۔ پھر آواز سنائی دی
یہ وہ جگہ ہے جہاں ۱۰ بجے کے بعد ہزاروں آدمی خرید و فروخت کے لئے آتے
ہیں۔ یہاں بھی جگہ جگہ بہت سے بم لگا دیئے گئے ہیں۔ اس طرح کچھ
جگہیں اور دکھا دوں۔

پھر اسکرین پر مراد نگر کی معروف شاہراہیں اور بازار دکھائے
گئے اور آواز نے کہا یہاں بھی جگہ جگہ سینکڑوں بم لگا دیئے گئے ہیں۔ اب
سنیئے اصلی بات۔

ہمیں سیکرٹ فائل نمبر سات چاہئیے ہے۔ یہ فائل لینے کے لئے
ہمارا ایک خاص آدمی بھکاری کے بھیس میں صبح ٹھیک ۱۰ بجے گرین ٹائم



اسکول کے دروازے پر آئے گا۔ فائل نمبر ۷ اس کے حوالے کردی جائے یاد رہے کل صبح ٹھیک دس بجے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو یہ بازار یہ اسٹیشن جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ یہ سب اڑا دیئے جائیں گے اور سوا دس بجے ان میں سے کسی چیز کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔ اس فقیر کو ہمارے آدمی نظر میں رکھیں گے۔ اگر اسے پکڑنے کی کوشش کی یا غلط فائل دینے کی کوشش کی تو ہم منٹوں میں ان تمام چیزوں کا صفایا کردیں گے۔ اور..... ہاتھ ملنے کے اور کچھ نہ ہوگا۔

ایک اہم بات۔ اس وقت جگہ جگہ ہمارے آدمی پھیلے ہوئے ہیں اور بہت سی جگہ چھپا کر کیمرے لگا دیئے گئے ہیں جو ان جگہوں کی نگرانی کر رہے ہیں جہاں بم لگائے گئے ہیں۔ اگر پولیس یا کسی اور ایجنسی کا کوئی اور آدمی وہاں پایا گیا تو ہم ایک منٹ ضائع کئے بغیر بلاسٹ کردیں گے۔ تمام بم ریموٹ سے کنٹرول ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمیں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ کل صبح ۱۰ بجے۔

اس کے بعد تصویر اور آواز دونوں غائب ہوگئیں۔ یہ سنکر انسپکٹر یوسف کچھ دیر کے لئے سکتے میں آگئے۔ ڈی آئی جی اور آئی جی صاحب ان کی شکل دیکھنے لگے۔ انسپکٹر یوسف نے میز پر رکھا ہوا پانی کا گلاس اٹھایا اور غٹا غٹ پی گئے۔

"انسپکٹر یوسف کیا سوچنے لگے؟"

"جی سر۔ نہیں کچھ نہیں۔ سر آپ خود آکر اپنا فون ریکارڈنگ پر لگوائیے

اور ایکسچینج کو آرڈر کریں کہ کوئی بھی فون آئے اسے ٹیپ کیا جائے اور معلوم کیا جائے فون کہاں سے آیا ہے۔"

انسپکٹر یوسف نے جیسے ہی کہا۔ آئی جی صاحب نے فوراً تمام حکم جاری کر دیئے۔ انہیں انسپکٹر یوسف کی بات کچھ کچھ سمجھ میں آگئی تھی۔

"تم کرنا کیا چاہتے ہو یوسف؟"

ڈی آئی جی نے پوچھا۔

"سر۔ وہ جو کوئی بھی ہیں۔ فون ضرور کریں گے۔ وہ یہ ضرور معلوم کرنا چاہیں گے کہ ہم نے ان کے کہنے کے مطابق عمل کرنا ہے کہ نہیں۔ یہاں ہم پریشان ہیں تو یقیناً وہ بھی جہاں کہیں ہیں پریشان ضرور ہوں گے۔"

انسپکٹر یوسف نے بات ختم کی تھی کہ فون کی گھنٹی گلا پھاڑ کر چلانے لگی۔ آئی جی درانی نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مگر انسپکٹر یوسف نے انہیں روک دیا اور خود فون اٹھالیا۔

"ہیلو۔ درانی اسپیکنگ۔" انسپکٹر یوسف نے آواز بدل کر کہا۔

"مسٹر درانی۔ امید ہے کہ آپ کو ہماری ویڈیو کیسٹ مل گئی ہوگی اور آپ نے اسے دیکھ بھی لیا ہوگا۔ کیونکہ یہ تو ہم جانتے ہیں۔ آپ کے کمرے میں ویڈیو سیٹ اور ٹیلی ویژن ہر وقت موجود رہتا ہے۔ ہمیں یہ بھی امید ہے کہ آپ کو ہماری شرط منظور ہوگی۔"

دوسری جانب وہی آواز تھی جو ویڈیو کیسٹ میں تھی اور کچھ دیر پہلے یہ لوگ سن چکے تھے۔

"تم کون ہو اور سیکرٹ فائل نمبر سات کیوں چاہتے ہو؟"

انسپکٹر یوسف نے پوچھا۔

"مسٹر درانی۔ سوال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کام کی بات کرو۔ کیا تمہیں مراد نگر کے لوگوں سے ذرا برابر ہمدردی نہیں ہے۔ مفت میں مارے جائیں گے بے چارے۔"

"نہیں۔ ہمیں مراد نگر کے لوگوں سے کیا۔ اس ملک کے ایک ایک فرد سے محبت ہے۔ مگر یہ دس بجے والی بات غلط ہے۔ تمہیں کچھ اور وقت دینا ہوگا۔" یوسف صاحب نے کہا۔

"نہیں وقت نہیں ملے گا۔ کل صبح ٹھیک دس بجے۔"

"سنو مسٹر۔ تم جو کوئی بھی ہو خود کو اتنا طاقت ور مت سمجھو۔ پھر بھی ہم تمہاری بات ماننے کو تیار ہیں۔ مگر تمہارا آدمی فقیر کے بھیس میں ہمیں دس بجے نہیں بلکہ بارہ بجے دوپہر کو ملے گا۔ فائل اس کے حوالے کر دی جائے گی۔"

"میں اس کا جواب تمہیں دس منٹ کے بعد دوں گا۔ میرے فون کا انتظار کرنا۔"

دوسری جانب سے آواز آئی اور فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ انسپکٹر یوسف نے فون کا ریسیور سیٹ پر رکھ دیا اور کرسی پر بیٹھ گئے۔

"انسپکٹر۔ یہ تم نے کیا کیا۔ ان کی بات مان لی۔"

درانی صاحب نے آنکھیں پھاڑ کر انسپکٹر یوسف کو دیکھتے ہوئے کہا

"جی سر کیا کروں۔ مجھے مراد نگر کے لوگ بہت عزیز ہیں۔"

"انسپکٹر۔ انسپکٹر۔ مراد نگر کے لوگ مجھے بھی عزیز ہیں مگر تم جانتے ہو کہ وہ فائل ایک اہم فائل ہے۔ وہ ہم دشمنوں کے ہاتھ میں کس طرح دے سکتے ہیں۔"

درانی صاحب نے چلاتے ہوئے کہا۔

"سر۔ ہم ان کو فائل کب دے رہے ہیں۔"

"کیا کہتے ہو۔ تم نے ابھی ان سے بارہ بجے کی بات کی ہے۔ انہیں فائل نہیں ملے گی تو وہ زبردست خون خرابہ کر دیں گے۔"

"نو سر۔ مجھے پوری امید ہے کہ انہیں فائل بھی نہیں دینی پڑے گی اور انشاء اللہ خون خرابہ بھی نہیں ہو گا۔"

"وہ کیسے انسپکٹر۔" درانی صاحب یہ سنکر ایک لمحے کو مسکرا دیئے جیسے انسپکٹر یوسف کی یہ بات ان کے لئے نئی زندگی لے کر آئی ہو۔

انسپکٹر یوسف جواب دینے کے لئے منہ کھول رہے تھے کہ ایک مرتبہ فون کی گھنٹی پھر بج اٹھی۔ انسپکٹر یوسف نے فون اٹھا لیا۔

"درانی اسپیکنگ۔" انہوں نے کہا۔

"درانی صاحب سنیئے۔ ہمیں بارہ بجے والی بات منظور ہے۔ مگر خیال رہے۔ ٹھیک بارہ بجے۔ نہ بارہ سے ایک منٹ کم اور نہ زیادہ۔"

"مجھے منظور ہے۔" انسپکٹر یوسف نے کہا۔ فون بند ہو گیا۔

"کیا بات ہوئی۔" درانی صاحب نے بے چینی سے پوچھا

"انہیں بارہ بجے منظور ہے۔" سر۔ ایک بات تو طے ہو گئی کہ یہ آواز اصلی آدمی کی نہیں ہے۔ اگر یہ آواز اصلی شخص کی ہوتی تو وہ دس منٹ کا ٹائم نہیں مانگتا۔ فوراً حامی بھر لیتا۔ ہاں ایک بات جو بہت ضروری بھی ہے یہ وڈیو کیسٹ کہاں سے آیا۔ یعنی آپ تک کون پہنچا کر گیا۔"

انسپکٹر نے اہم سوال کیا۔

"یہ کیسٹ میری کار کی چھت پر رکھا تھا۔ کوئی چھپ کر یہ کیسٹ رکھ گیا تھا۔ میں گھر جانے لگا تو ڈرائیور کی نظر اس پر پڑی۔ میں نے اس سے لفافہ لے کر کھولا تو یہ وڈیو کیسٹ نکلا۔ مجھے پہلے تو اس پر بم کا شبہ ہوا۔ میں نے فوراً اسے چیک کروایا۔ پھر شبہ دور ہونے پر میں نے واپس گھر میں آکر اسے لگایا تو یہ سب معلوم ہوا۔ ڈی آئی جی کریم سے بات کی۔ انہیں یہ کیسٹ دکھایا۔ تو انہوں نے مجھے تمہارا مشورہ دیا اور تمہیں راجن پور سے بلوایا گیا۔"

درانی صاحب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"سر آپ فوراً معلوم کریں یہ فون کہاں سے آیا تھا۔"

انسپکٹر یوسف کے کہنے پر معلوم کیا گیا۔ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ فون کرنے کے لئے ایک گھر کے باہر سے لائن لی گئی تھی۔ وہ گھر پچھلے ایک ماہ سے فروخت کے لئے بند ہے۔

"بہت ہوشیار لوگ ہیں۔"

انسپکٹر یوسف نے کہا۔ پھر ریکارڈنگ روم سے آڈیو کیسٹ منگوایا

گیا۔ وہ گفتگو ریکارڈ ہوئی تھی اس سے بھی کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی۔
ڈرانی صاحب یہ بات تو کنفرم ہو گئی ہو گی کہ سیکریٹ الیون کی نقل غائب ہے "

"ہاں۔ وہ بات کنفرم ہو گئی ہے۔ مگر کیسے یہ معلوم نہیں۔ اس سلسلے میں خفیہ تحقیق ہو رہی ہے "

"تو ان لوگوں نے سیکریٹ سیون کیوں مانگی ہے "

ہاں انسپکٹر یوسف۔ یہ تم نے اچھی بات پوچھی۔ اصل میں یہ بات تمہارے علم میں بھی نہیں ہو گی کہ فائل سیون یعنی نمبر سات اسی فارمولا کی فائل نمبر ایک ہے۔ یہ بات بہت خفیہ تھی۔ اور سیکریٹ الیون جس فائل کا نام ہے وہ اسی فارمولا کی نمبر دو فائل ہے۔ فائل الیون جن لوگوں نے چوری کروائی ہے وہ ان کے لئے جب تک بیکار ہے جب تک ان کو نمبر سات نہیں ملتی۔ اور اب جب ان لوگوں کو اس کا احساس ہوا کہ فائل نمبر الیون ادھوری ہے تو انہوں نے اپنے ذرائع سے فائل سیون کا پتہ چلا لیا اور اب نمبر سات کے لئے اتنا خوفناک کھیل کھیل رہے ہیں "

ڈرانی صاحب نے کہا۔

"سر۔ انشاء اللہ وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو جائیں گے۔ انکا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔ ہم اپنے ملک کے ایک ایک راز کی حفاظت کریں گے اور ان غداروں کو جو اپنے وطن کے راز دشمنوں کے حوالے کرتے ہیں انکو نیست و نابود کر دیں گے "

انسپکٹر یوسف نے میز پر مکہ جماتے ہوئے کہا۔

"تمہارے جذبات کی میں قدر کرتا ہوں انسپکٹر۔ تمہارا خیال ہے کہ سیٹھ حمید تک پہنچنے سے مجرموں کا سراغ لگ جائیگا "

سر۔ عمران نے اپنی آخری ملاقات میں مجھے بتایا تھا کہ اصل مجرم سیٹھ حمید ہے اور وہ جمال پور کے ڈاکوؤں سے ملا ہوا ہے۔ میں نے ان سے بارہ بجے تک کا وقت جان بوجھ کر مانگا تھا۔ اب اگر آپ حکم دیں تو یہ سارا معاملہ میں سنبھال لوں۔

انسپکٹر یوسف تم حکم کی بات کرتے ہو۔ میں تو تم سے درخواست کرتا ہوں جو کرنا چاہتے ہو فوراً کرو۔ یہ تم بھی جانتے ہو کہ وقت بہت کم ہے۔

"اوکے سر "

انسپکٹر یوسف اٹھ کر واپس جانے لگے۔ دروازے پر پہنچے تو ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ وہ واپس مڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ٹیلی فون ڈرانی صاحب نے وصول کیا۔ فون پر وزیر صاحب بات کر رہے تھے اور ڈرانی صاحب کو مصیبت پڑی ہوئی تھی۔ وہ جی سر۔ یس سر کے علاوہ کچھ بولتے نہیں تھے۔ ریسیور واپس رکھا تو انسپکٹر یوسف ان کی طرف بڑھے۔

"کس کا فون تھا؟"

"وزیر صاحب کا "

"کیا کہہ رہے تھے ؟"

وہ پوچھ رہے تھے کہ یہ کیا مصیبت کھڑی ہو گئی ہے۔ وہ کون

لوگ ہیں۔ جو سیکرٹ سیون مانگ رہے ہیں اور کیا تم لوگوں نے انہیں فائل دینے کا وعدہ کرلیا ہے۔

درانی صاحب نے بتایا اور یہ سنکر انسپکٹر یوسف کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ "تو سر اب ان کا کیا حکم ہے؟"

"وہ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ فائل سے زیادہ ضروری مراد نگر کے لوگوں کی جان کی قیمت ہے۔ اس لئے انہیں فائل دے کر بے گناہوں کی جان بچائی جائے۔ اس سلسلے میں کوئی معذرت نہیں سنیں گے وہ۔"

یوسف۔ میں اس وزیر سے جتنا ڈرتا ہوں اپنی بیگم سے بھی اتنا نہیں ڈرتا۔ اس نے مجھے یہاں سے ہٹانے کی بہت کوشش کی ہے، مگر خدا کی مہربانی سے وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ خیر مجھے اپنی کرسی سے زیادہ عوام کی جان اور حکومت کے خفیہ رازوں کی حفاظت عزیز ہے میں جاؤں گا مگر۔

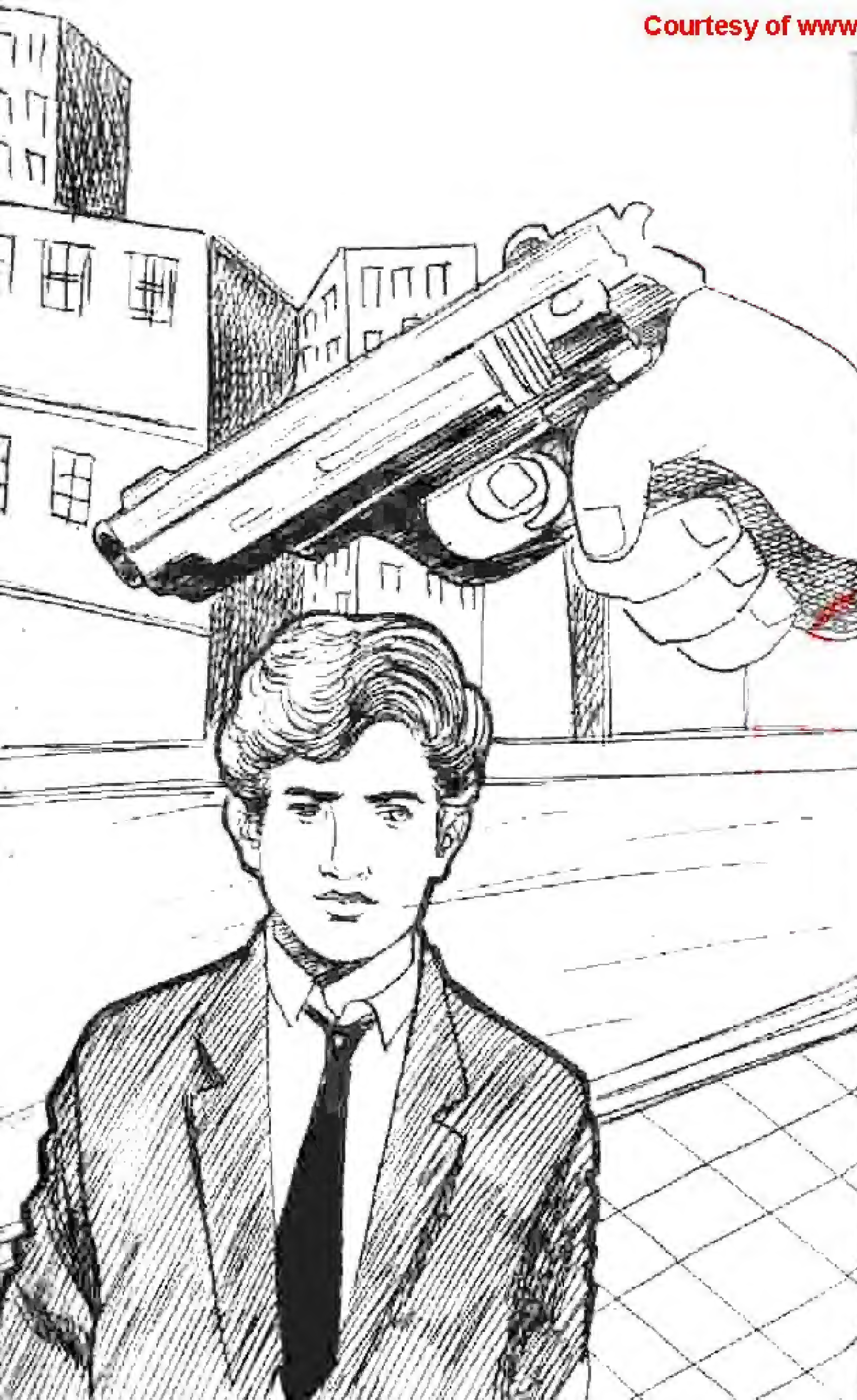
"سر آپ بالکل بے فکر رہیں۔ آپ نے انسپکٹر یوسف کا انتخاب اچھا کیا ہے۔ آپ انشاء اللہ انسپکٹر یوسف سے مایوس نہیں ہوں گے۔"

ڈی آئی جی صاحب جو بالکل خاموش تھے بولے اور درانی صاحب کے چہرے پر امید کی جھلک نمایاں ہوگئی۔

انسپکٹر یوسف وہاں سے نکل کر سیدھے سی آئی اے برانچ پہنچے اور سی آئی اے انسپکٹر کمال کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہیں اپنے اعتماد میں لے کر انہوں نے خفیہ پولیس کے آدمی اسٹیشن اور ان مختلف جگہوں پر روانہ کر دیئے جو وڈیو پر دکھائے گئے تھے۔ اس کے علاوہ بھی اہم مقامات پر خفیہ پولیس کے سپاہی بھجوا دیئے گئے۔ ان تمام لوگوں کا انچارج انسپکٹر کمال کو بنا کر اور ضروری ہدایات دے کر وہ پولیس کمانڈو فورس کے انچارج شفقت صاحب سے ملے اور ایک سو بیس کمانڈو کا ایک گروپ بنا کر راجن پور روانہ کرنے کے لئے کہا۔

"تمام چیزوں سے فارغ ہو کر انسپکٹر یوسف اسی جیپ میں سادہ لباس میں دو کمانڈو اور جدید اسلحہ لے کر راجن پور کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا جب انسپکٹر یوسف راجن پور والے راستے پر جیپ دوڑا رہے تھے۔

ادھر عمران اور سبحان آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ ہلکی



ہلکی بارش دوبارہ شروع ہو گئی تھی۔ موسم تیزی کے ساتھ بگڑ رہا تھا۔ بارش کے ساتھ ہوا بھی بہت تیز تھی۔ عمران کو چھینکیں آنا شروع ہو گئی تھیں شاید ٹھنڈ لگ گئی تھی۔ وہ بھیگ بھی تو گیا تھا۔

اچانک دونوں پر چمگادڑوں کے ایک غول نے حملہ کر دیا۔ رات کا یہ سناٹا۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا اور اس پر چمگادڑوں کا اتنا خوفناک حملہ ان دونوں کو پریشان کرنے کے لئے کافی تھا۔ رات آدھی کے قریب تھی اور چمگادڑ رات کے پرندے ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں مگر اتنی ہی تیز بھی ہوتی ہیں۔ ان کے کان بڑے ہوتے ہیں تاکہ وہ اندھیرے میں اڑتے ہیں ہلکی آواز کو بھی سن سکیں۔ آدھی رات کے قریب ان کے حملہ کی وجہ سے اور کاٹنے کی وجہ سے زخم آ جاتا ہے۔ دونوں اپنے ہاتھوں کی مدد سے انہیں بھگانے کی کوشش کرتے رہے۔ انہوں نے ساتھ ہی بھاگنا بھی شروع کر دیا۔ تاکہ وہ ان چمگادڑوں کے علاقے سے جلد سے جلد دور نکل جائیں۔

دونوں بھاگتے بھاگتے کافی دور آ گئے تھے۔ یہ حیران کن بات تھی کہ ان کے بھاگنے سے جو آوازیں پیدا ہو رہی تھیں وہ کوئی سن نہ سکا۔ ورنہ وہاں تو قدم قدم پر پہرہ ہوتا ہے۔ یہ بارش کا کمال تھا۔ پہرہ دینے والے بھی بارش سے بچنے کی وجہ سے کہیں سائے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا دونوں گولیوں سے بھون دیئے گئے ہوتے۔

"وہ دیکھو سلیمان۔ وہ حویلی نما مکان ہے"

عمران کی نظر ایک مکان پر پڑی جس کے کمرے میں جلنے والی بتیاں اس کی نشاندہی کر رہی تھیں۔

"عمران صاحب میرا دل کہتا ہے کہ یہ وہی حویلی ہے جہاں مجرموں نے اپنا اڈا بنا رکھا ہے۔"

"نہیں۔ سلیمان کچھ کہا نہیں جا سکتا۔"

عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ یہاں اتنی بڑی حویلی اور کس کی ہو سکتی ہے۔"

سلیمان نے پوچھا۔

"اسٹیٹ گورنر کی بھی ہو سکتی ہے۔"

عمران نے آہستہ سے جواب دیا۔

"عمران صاحب۔ اگر یہ اسٹیٹ گورنر کی کوٹھی ہوتی تو اس پر جھنڈا ضرور لگا ہوتا۔ یہ یقیناً مجرموں کی حویلی ہے۔"

"چپ۔ سلیمان۔ میرا خیال ہے کوئی دروازے سے نکل رہا ہے۔"

عمران نے ہاتھ مار کر سلیمان کو نیچے کیا اور خود بھی جھک گیا۔ اس حویلی کے دروازے سے کچھ لوگ نکل کر پچھلی طرف جا رہے تھے۔ عمران نے سلیمان کو وہیں ٹھہرنے کا کہا اور اپنے کندھے پر لٹکا ہوا سامان اتارنے لگا۔ سلیمان تم اس حویلی کو جتنا قریب لے کر فلم بنا سکتے ہو۔ بناؤ۔ حویلی میں سے اور کوئی نکلے تو اس کا کلوز اپ لو۔ جلدی۔ میں پچھلی طرف کا چکر لگا کر آتا ہوں۔ عمران سامان سلیمان کے حوالے کر کے آہستہ آہستہ جھکتا ہوا۔ حویلی کی پچھلی طرف

چل دیا۔ وہ حویلی کے قریب پہنچ کر اس کی ایک دیوار کے ساتھ ٹک گیا۔ اور آہستہ آہستہ دیوار سے رگڑتا ہوا پچھلی طرف چل دیا۔ وہ دیوار کے کونے تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے تھوڑا سا منہ نکال کر پچھلی طرف دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔

"وہ لوگ کہاں گئے۔ ابھی تو اس طرف گئے تھے۔"

عمران سوچ میں پڑ گیا۔ وہ واپس پلٹا ہی تھا کہ براؤن رنگ کی وردی میں ایک خبیث شکل والا شخص اپنے پیچھے کھڑا پایا۔ وہ عمران کو دیکھ کر اپنی منحوس قسم کی گول گول آنکھیں گھما رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں جدید قسم کی بندوق تھی۔ اس نے عمران کی گردن پکڑ لی۔ ایک ہاتھ میں بندوق تھی اور دوسرے ہاتھ سے اس نے عمران کی گردن پکڑ رکھی تھی۔

"چھوڑ دو مجھے۔ چھوڑ دو۔ میرا دم گھٹ جائے گا۔"

عمران نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھ میں پھنسا کر اسے الگ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"سالے جاسوسی کرتا ہے۔ اور کہتا ہے چھوڑ دوں۔ یہاں سے کون ہے جو زندہ بچ کر گیا ہے۔ جو تو بچ جائے گا۔" اس نے اپنی پوری طاقت سے عمران کی گردن اپنے خوفناک پنجے میں دباتے ہوئے کہا۔

عمران کی آنکھیں باہر کی طرف ابلنے لگیں۔ منہ اس کا سرخ ہو گیا۔ چہرے پر رگیں ابھرنے لگیں۔ عمران نے اپنی پوری طاقت سے اپنی لات اس کی ٹانگوں پر جما دی۔ وہ ایک لمحے کے لئے لڑکھڑایا۔ گردن ہاتھ سے آزاد ہو گئی تھی۔ عمران نے اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی ایک اور زوردار لات



اس کے سکڑے چہرے پر پڑی۔ لات اتنی شاندار پڑی تھی کہ وہ چیخ بھی نہیں سکا اور زمین پر آگرا۔ عمران نے اب بھی اسے نہیں بخشا۔ وہ اس کی طرف اچھلا اور اس کے گھٹنوں پر آگرا۔ اب وہ پوری طرح بیہوش ہو گیا تھا۔ عمران نے اس کی بندوق اٹھائی اور پھر چاروں طرف دیکھا کہیں اور کوئی تو اسے نہیں دیکھ رہا۔ فی الحال دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ اسے کھینچ کر عمران نے جھاڑیوں میں ڈال دیا اور ایک مرتبہ پھر حویلی کے پچھلے حصہ میں دیکھا۔ یہ دیکھ کر عمران حیرت زدہ رہ گیا کہ کچھ لوگ حویلی کے پچھلے حصہ میں واقع ایک زمین دوز راستے سے باہر نکل رہے تھے۔ یعنی یہ بھید کھل گیا تھا کہ پیچھے ایک زمین دوز راستہ ہے۔

"تو یہ لوگ اس زمین دوز راستے سے چلے جاتے ہیں" عمران کے ذہن کے گوشے میں سوال ابھرا۔ وہ دبے پاؤں پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ کہیں وہ لوگ اور کوئی اس کی آہٹ پا لے۔ جب وہ لوگ مڑ کر دوسری طرف سے حویلی میں داخل ہو گئے تو عمران دبے قدموں سے ان کی طرف بڑھا۔

"کیا تم نے ان لوگوں کی تمام باتیں نوٹ کر لیں؟ داخل ہونے والے؟"

جی عمران صاحب۔ میں آپ کے آنے تک والے سین پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ میں نے کچھ لوگوں کو حویلی کے اندر جاتے ہوئے دیکھا۔ بس فوراً ان کے کان نشان بنا لیے۔

"کیا تم ان میں سے کسی کو پہچانتے ہو؟"

عمران نے کیمرہ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ میں کسی کو نہیں جانتا۔"

عمران نے کیمرہ آن کیا اور زوم ریوائنڈ کر کے کیمرے کے ویو فائنڈر پر آنکھ لگا دی۔ حویلی کے کلوز شاٹ نظر آرہے تھے۔ پھر عمران نے اس بندے کو مارنے کے سین دیکھے۔ اس کے فوراً بعد وہ لوگ نظر آئے جو حویلی کے پیچھے واقع زمین دوز راستے سے آکر حویلی میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ چار آدمی تھے۔ ان چاروں میں سے ایک آدمی کچھ جانا پہچانا سا لگتا تھا۔ عمران نے زوم لینز دوبارہ ریوائنڈ کی اور ویو فائنڈر میں آنکھ ٹکا کر ان لوگوں کو دیکھنے لگا۔ جیسے ہی وہ جانا پہچانا آدمی اسکرین پر آیا۔ عمران نے اسٹل کا بٹن دبا دیا۔ اسے غور سے دیکھنے لگا اور دماغ پر زور ڈالنے لگا کہ یہ کون ہے۔ عمران نے کیمرہ آنکھ پر سے ہٹا لیا۔

"کچھ بتا سکا عمران صاحب۔ کون کون لوگ ہیں۔"

"باقی لوگوں کا تو پتہ نہیں مگر ایک آدمی کو میں پہچان گیا ہوں۔"

"کون ہے وہ؟"

"دشمن ملک کا ایک بڑا وزیر ہے۔ مجھے اس کا نام یاد نہیں آرہا۔ مگر سو فیصد میرا اندازہ درست ہے کہ یہ وہی آدمی ہے۔ ہمارے ملک کے خلاف بہت بیانات دیا کرتا تھا۔ ہر دوسرے روز اس کی تصویریں اخبارات میں اس کے بیان کے ساتھ چھپتی تھیں۔

"تو یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟"

سلیمان نے پوچھا۔

جو باقی لوگ کر رہے ہیں وہی یہ بھی کر رہا ہے۔ یعنی ہمارے ملک کے اہم راز حاصل کرنے کی کوشش۔ سلیمان یہ کتنی عجیب بات ہے کہ یہ اپنے ملک کے لئے ہمارے راز حاصل کرنا چاہتا ہے اور ہمارے لوگ اپنے ملک کے راز سونے کے چند ٹکڑوں کی خاطر ان دشمنوں کے حوالے کر دینے کو تیار بیٹھے ہیں۔ کتنے ظالم لوگ ہیں۔ انہیں جینے کا کیا حق ہے۔ انہیں تو اپنے عظیم ملک میں پیدا ہی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ سلیمان یہ لوگ اپنے فائدے کے لئے ہزاروں جانوں سے کھیل جاتے ہیں۔ ملک میں تباہیاں اور بربادیاں پھیلاتے ہیں۔ میں نہیں چھوڑوں گا ان غداروں کو۔ زندہ دفن کر دوں گا ان کو۔ انہیں جینے کا حق نہیں ہے سلیمان۔

عمران بہت جذباتی ہوگیا تھا۔ سلیمان نے اسے وقت پر سنبھال لیا ورنہ وہ شاید اسی وقت جا کر ان کو مار لگاتا۔

"اب ہمیں کیا کرنا ہے۔"

سلیمان بولا۔

"تم یہ گن سنبھال لو۔ میرے پاس ریوالور ہے۔ میں یہ کیمرہ اپنے کندھے پر ڈال لیتا ہوں۔

"اب سنو! تم نے بہت ہوشیاری سے نکل کر اس جگہ جانا ہے جہاں میں ابھی گیا تھا۔ حویلی کے اس کونے سے پیچھے کی طرف نظر رکھنی ہے۔ میں سامنے کے حصے سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر کام بن گیا تو حویلی کے اندر داخل ہو جاؤں گا۔ تم اسی طرح پیچھے کھڑے رہنا

یہ بھی خیال رہے کہ جسے میں جھاڑیوں میں ڈال آیا ہوں وہ ہوش میں نہ آجائے یہ تو مجھے امید ہے کہ وہ اٹھ نہیں سکے گا۔ مگر شور مچا سکتا ہے۔ چلا کر دوسروں کو ہوشیار کر سکتا ہے"۔

"اس کی آپ فکر مت کریں"۔

سلیمان نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ تم چلو۔ میری پہلی کوشش ہوگی کہ فیاض کا پتہ چلاؤں۔ اور اس کے لئے حویلی کے اندر جانا ضروری ہے"۔

عمران نے کہا۔

"عمران صاحب کیا یہ ممکن نہیں ہے ہم پہلے پچھلے زمین دوز راستے کو جاکر دیکھیں۔ ہوسکتا ہے فیاض کو انہوں نے وہاں چھپا رکھا ہو"۔

"سلیمان تمہاری بات میں وزن ہے۔ مگر اس راستے کے پچھلے حصہ کی کیا پوزیشن ہے۔ اس کا اندازہ ابھی ہمیں نہیں ہے۔ پہلے میں حویلی کے اندر جاؤں گا بس تم اپنی جگہ ہوشیار رہنا اور کوئی دیکھ لے تو مقابلہ کرنا میری فکر مت کرنا۔ میں ٹھیک ایک گھنٹے بعد نکلنے کی کوشش کروں گا"۔

عمران نے سلیمان کو ہدایات دیں اور سلیمان کو اپنے سامنے اسی جگہ بھیج دیا۔ جب تک سلیمان عمران کی بتائی ہوئی جگہ پر نہیں پہنچ گیا عمران اسے دیکھتا رہا۔ اب عمران نے کیمرہ واٹر پروف بیگ میں رکھ کر کندھے پر ٹانگا، اور چھپتا چھپاتا درختوں اور جھاڑیوں کے بیچ میں سے ہوتا حویلی کے صدر دروازے کی طرف چل دیا۔ عمران اتنا محتاط ہوکر جارہا تھا کہ اردگرد کے

گارڈ کو اس کی بھی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔ عمران کے لئے سب سے بڑا مسئلہ جھاڑیوں اور صدر دروازے کے درمیان کے راستے سے ہوکر گزرنا تھا کیونکہ چھپے ہوئے گارڈز یقیناً دروازے پر نظریں جمائے بیٹھے ہوں گے۔ اب انکی نظروں کو دھوکہ دے کر گزرنا سب سے اہم مسئلہ تھا۔ عمران جھاڑیوں کے درمیان میں چپ چاپ بیٹھ گیا اور اپنے چاروں طرف کی فلم بنانے لگا۔ حویلی کے اوپری چھت والے حصہ کی اس اندھیرے میں فلم نہیں بن سکتی تھی۔ مگر عمران کا سپیشل اٹامک کیمرہ اندھیرے کو بھی فلمانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس میں موجود ایک خاص قسم کا بٹن دباتے ہی ہر چیز روشن ہو جاتی تھی۔ یعنی فلمایا تو اندھیرا مگر بٹن دباتے ہی دیکھتے وقت وہ چیز ہلکی روشن ہو جاتی تھی۔ عمران نے اپنے پچھلے حصہ کو بھی کلوز کر کے شوٹ کیا۔ چاروں طرف کی فلم بنانے کے بعد عمران نے فلم ریوائنڈ کی اور ویڈیو فائنڈر پر آنکھ ٹکا کر اسے اس بٹن کو دبا کر دیکھنا شروع کر دیا۔ حویلی کی چھت پر گارڈ کھڑے تھے جو اندھیرے میں نظر نہ آسکتے تھے مگر اس کیمرے نے انہیں فلما لیا تھا۔ یہ دیکھ کر عمران حیرت زدہ رہ گیا کہ حویلی سے کافی فاصلے پر بھی بہت سے گارڈز کھڑے تھے۔

"اوہ مائی گاڈ"۔

"اگر ان میں سے کسی نے بھی دیکھ کر گولی داغ دی تو میں تو گیا کام سے"۔

عمران سوچ میں پڑ گیا۔ اتنے میں بجلی زور سے کڑکی۔ عمران کا دل دہل گیا۔ پھر جو بجلی کے کڑکنے کا سلسلہ شروع ہوا تو بند نہ ہوا۔ اب بجلی

لمحے لمحے سے اچھالا کر رہی تھی کہ ہوا کا ایک طوفان سا شروع ہو گیا۔ عمران نے اپنے دونوں پاؤں زمین میں اس طرح پھنسا لئے کہ ہوا اسے چھو کر گزر رہی ورنہ شاید اسے بھی اڑا کر لے جاتی۔ یکا یک طوفانی قسم کی بارش شروع ہو گئی عمران کے لئے واپس جانا بھی مشکل ہو گیا۔ وہ بالکل بیچ میں پھنس گیا تھا۔ جلدی سے کیمرہ اس نے بیگ میں ڈالا اور ریوالور بھی بیگ میں گھسیٹر دیا۔ تیز ہوا کے ساتھ آنے والی یہ بارش اب رکنے والی نہیں تھی۔ وقت خوفناک منظر پیش کر رہا تھا۔

ایسی طوفانی رات عمران نے کبھی نہیں دیکھی تھی جیسی آج دیکھنے کو مل رہی تھی۔ اسے سلیمان کی بھی فکر تھی کہ وہ خیریت سے ہو۔ نہ جانے وہ کس حال میں ہو گا۔ بارش اور تیز ہو گئی۔ بجلی کی کڑک اتنی شدید تھی لگتا تھا کہ آسمان نیچے آ کر گر پڑے گا۔ عمران بری طرح بھیگ گیا تھا۔ بارش بھنوٹے کی طرح اس پر برس رہی تھی۔ عمران اس اچانک بارش اور طوفان سے مقابلہ کرنے کو تیار نہ تھا۔ مگر اس کے دماغ میں ایک بہترین خیال آ کر گزر گیا۔ یہی بہترین وقت تھا حویلی میں داخل ہونے کا۔ اس وقت سخت ترین پہرہ دار بھی جان بچانے کے لئے چھپ گئے ہوں گے۔ مجھے فوراً حویلی کی طرف بڑھنا چاہئے۔ عمران نے سوچا۔

عمران نے کیمرہ کے تھیلے میں سے ریوالور نکال لیا۔ بیگ بند کر کے وہیں چھوڑا اور اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی۔ اس کا پاؤں من من بھر کا ہو رہا تھا۔ عمران نے ہمت کی اور بندوق سے نکلی گولی کی طرح بھاگتا ہوا وہ حصہ

کراس کر گیا۔ حویلی کا صدر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ عمران کے لئے بہترین موقعہ تھا وہ اندر داخل ہو گیا۔ اچانک حویلی کی بجلی چلی گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمران کی مدد تھی۔ یہ موقع زبردست ہاتھ آیا تھا۔ عمران اندھیرے میں اپنے چھپنے کی جگہ تلاش کرنے لگا۔ وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ وہ کہاں جائے کہ ایک آواز گونجی۔

"رستم فوراً جنریٹر آن کرو۔"

اس گھپ اندھیرے میں دو تین ٹارچیں آن ہو گئیں۔ عمران نے موقع پاتے ہی ایک دیوار کی آڑ لے لی۔ جنریٹر آن کرنے کے لئے دو آدمی اندر کی طرف داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں جلتی ہوئی ٹارچیں تھیں۔ ان کے جسم برساتی سے چھپے ہوئے تھے۔ عمران دیوار کی آڑ میں دبکا ہوا تھا۔ کچھ دیر گزر جانے کے بعد پھر ایک آواز سنائی دی۔ دوبارہ جنریٹر جلدی کھولنے کی ہدایات جاری ہوئی تھیں مگر لگتا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔

"رستم کیا بات ہے۔ دیر کس بات کی ہے۔"

آواز حویلی کے اندر سے آئی تھی۔

ان دونوں میں شاید ایک رستم تھا۔ وہ واپس آیا اور اس نے چیخ کر بتایا۔ "جنریٹر خراب ہے۔ کام نہیں کر رہا۔ اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"واہ!"

عمران کے منہ سے نکلا۔ اس کے لئے اس سے اچھا موقع اور کوئی

نہیں ہو سکتا تھا۔ عمران دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اب حویلی کے اندر داخل ہو گیا تھا۔ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں موم بتیاں جل رہی تھیں عمران اس کمرے کی کھڑکی میں کھڑا ہو گیا اور اندر بیٹھے ہوئے لوگوں کو کھڑکی میں سے دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ باہر وہی طوفانی معاملہ چل رہا تھا بجلی اتنے زور سے کڑک رہی تھی کہ اندر کی چیزیں بھی ہل جاتی تھیں۔ عمران نے موم بتی کی روشنی کے گرد بیٹھے ہوئے بہت سے مکروہ چہرے دیکھے۔ وہ کسی بات پر خوش نظر آتے تھے۔ آپس میں خوش گپیاں ہو رہی تھیں مگر عمران کی نظریں اس میز پر جا کر ٹھک گئیں جہاں ایک سرخ رنگ کی فائل رکھی تھی۔ عمران کو فائل دیکھ کر سیکریٹ فائل الیون یاد آئی۔ یقیناً یہ وہی فائل تھی۔ ان لوگوں میں دشمن ملک کا وزیر بھی تھا۔ عمران نے بہت غور سے دیکھنے کی کوشش کی مگر سیٹھ حمید اسے نظر نہیں آیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ باہر کچھ گاڑیوں کے رکنے کی آواز آئی۔ عمران اور سائیڈ پر ہو گیا۔ وہ اندر آنے والوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔ سب سے پہلے اندر ٹارچ کی روشنیاں پڑیں پھر دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک سیٹھ حمید بھی تھا۔ وہ دونوں سیدھے اسی ہال میں چلے گئے۔

سیٹھ حمید کے اندر آتے ہی سب لوگ کھڑے ہو گئے۔

"کوئی کامیابی"

سیٹھ حمید سے دشمن ملک کے وزیر نے پوچھا۔

"ناکامی کا منہ تو میں نے آج تک نہیں دیکھا، مسٹر الیکس۔ میں

جو بھی کام کرتا ہوں اس میں صرف کامیابی ہوتی ہے۔ کل صبح بارہ بجے فائل سیون ہمارے ہاتھ میں پہنچ جائے گی اور ساڑھے بارہ بجے تک فائل آپ کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس طرح یہ دونوں فائلیں مکمل ہو جائیں گی۔ اب آپ کا کام ہے دونوں فائلیں لے کر نکل جانا"

"مگر سر یہ ہوا کیسے؟"

ایک آدمی نے سیٹھ حمید سے پوچھا

"دہشت مسٹر دلشاد، دہشت۔ اس ملک کے لوگ صرف ایک چیز سے ڈرتے ہیں اور وہ ہے دہشت۔ ہم پر آج تک کوئی شبہ نہ کر سکا کہ ہم کون ہیں۔ کیا ہیں اور ویسے بھی سیٹھ حمید تو بیچارہ اغوا ہو گیا ہے"

سیٹھ حمید نے کہا اور ان ذلیل لوگوں کے قہقہے گونجنے لگے۔ عمران کا دل ایک مرتبہ پھر جل کر رہ گیا تھا مگر اس نے اطمینان کا مظاہرہ کیا اور خاموش کھڑا رہا۔

"سر۔ اس لڑکے کے لئے کیا حکم ہے"

"اسے ختم کرنا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ وہ کہاں گیا ہے اور جو نہیں جانتا جہاں بھی وہ رہنے کا مستحق نہیں ہے۔ البتہ تم اس لڑکے کی حفاظت کرنا"

"ہاں۔ عمران۔ اس کی کوئی خبر"

"سر۔ ہمارے آدمیوں نے اس کی کار الٹائی تھی کہ اسے اپنا بچاؤ کرنا پڑ گیا۔ پھر سنا ہے وہاں سے کوئی انسپکٹر اسے چھٹی کرا کے لے گیا"

"ابے گدھو! اسے مار کیوں نہیں دیا"

"مار دیں گے سر! اگر ہم اسے مار دیتے تو پولیس چوکنا ہو جاتی۔ ہم اپنے اس مشن سے فارغ ہو جائیں پھر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ وہ پہنچ جانے کہ ہمیں پتہ چل گیا وہ ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے اور ہم نے بروقت وائرلیس پر اطلاع کر دی ورنہ شاید وہ ہمارے پیچھے یہاں تک پہنچ جاتا۔"

"یہاں پہنچ جاتا۔" سیٹھ حمید نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے یہاں چڑیا پر نہیں مار سکتی۔ اوپر والوں کی مہربانی سے یہ علاقہ ایسا بنا دیا ہے کہ صرف مرضی کا آدمی یہاں گھس سکتا ہے کسی کی کیا مجال جو یہاں کا رخ بھی کر سکے۔"

سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی اور عمران بھی دل میں ان لوگوں کی بے وقوفی اور اطمینان پر مسکرا رہا تھا۔

"مسٹر ایکس۔ یہ طوفانی رات تمہارے لئے یادگار رات ہوگی۔ ہم نے مراد نگر کے اہم علاقہ میں زبردست قسم کے بم فٹ کر دیئے ہیں اور اس کی اطلاع آئی جی درانی کو دے دی ہے۔ ہم نے تو دس بجے صبح فائل لانے کا کہا تھا مگر اس نے بارہ بجے کا وقت طے کیا ہے۔"

"مسٹر حمید۔ یہ اس کی چال تو نہیں۔"

"نہیں مسٹر ایکس۔ اسے معلوم ہے کہ اگر مراد نگر میں ایک بھی بم پھٹ گیا تو اوپر تک کی کرسیاں ہل جائیں گی۔ ہم نے تو پورا شہر قبضہ میں کر رکھا ہے۔"

یہ سن کر عمران سناٹے میں آ گیا۔ اسے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ فائل ون بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ سامنے رکھی فائل ایبون اس کے بغیر مکمل نہیں۔ صبح بارہ بجے فائل آئی جی صاحب نے ان کو حوالے کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ درانی صاحب اتنی اہم فائل ان چوروں بدمعاشوں کے حوالے کیسے کر سکتے ہیں۔

عمران سوچ میں پڑ گیا۔ یقیناً اس میں کوئی چال ہو گی۔ انسپکٹر یوسف کو فوری طور پر بلایا گیا تھا اس کے پیچھے یہی معاملہ ہو گا۔ ان لوگوں کو جلد از جلد گرفتار کرنا چاہئے۔ سب انسپکٹر تھانے میں ہو گا۔ اس سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے اسے بھی آئی جی صاحب نے خبر کر دی ہو۔ یقیناً انسپکٹر یوسف نے کوئی عملی قدم اٹھایا ہو گا۔

اس کے ذہن میں اس قسم کے بہت سے سوالات جنم لے رہے تھے۔ اس کا بس چلتا تو ایک ایک گولی ان لوگوں کے سینے میں داغ دیتا مگر عمران قانون ہاتھ میں لینا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ ویسے بھی ہر کام کو سلیقے سے کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس کی بے تابی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ ان لوگوں کے غلیظ چہرے برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ ادھر سلیمان بھی ہوشیار کھڑا تھا۔ عمران کے لئے اس سے رابطہ کرنا بہت مشکل تھا۔ عمران نے گھڑی پر نظر دوڑائی۔ ساڑھے تین بجنے کو تھے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ وقت کم ہے اور اس طوفانی رات میں اگر اس نے کوئی بھی غلط قدم اٹھایا تو اس کی مدد کو کوئی اور نہ پہنچ سکے گا۔ فیاض کو کہاں

قید کیا تھا۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا تھا۔ عمران نے پھر ان کی طرف کان لگا دیئے

"میرا خیال ہے ہمیں کچھ دیر آرام کر لینا چاہیے۔"

ان میں سے ایک ٹھگنے قد کے آدمی نے مشورہ دیا جو سب کو پسند آیا۔ مگر غیر ملکی وزیر کے لئے وقت گزارنا مشکل تھا۔ اس نے آرام کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ جب تک سیکریٹ فائل ہمارے ہاتھ میں نہیں آجاتی سب کو ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہیے۔ ایک آدمی نے اندر آکر بتایا کہ جنریٹر پر پوری محنت کی گئی ہے مگر وہ چلنے سے انکار کر رہا ہے یعنی جب تک بجلی نہیں آتی ان لوگوں کو موم بتی کی روشنی میں رہنا ہوگا۔

عمران پھر سوچ میں پڑ گیا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس اندھیرے میں وہ ذرا سا بھی غلط قدم اٹھائے گا تو موت کا دروازہ کھل جائے گا۔ یہ لوگ تو اسے کچا چبا جائیں گے۔ جس لمحے عمران سوچوں کے سمندر میں غوطے سے کھیل رہا تھا اسی لمحے اس کے کان میں فیاض کے نام کی آواز آئی

"اسے کس کمرے میں رکھا گیا ہے؟"

سیٹھ حمید نے ٹھگنے سے پوچھا

"کسے۔ فیاض کو؟"

"ہاں"

"نمبر تین میں۔ وہی کمرہ اس کے لئے بہتر تھا۔"

"کچھ کھانے کو ڈالا تھا یا اب تک بھوکا ہے۔"

"ابھی جس کو زندہ ہی نہیں رہنا وہ کھانا کھا کر کیا کرے گا۔ مرجانے دو بھوکا سالے کو۔"

"کسی کو بھیجو اسے چیک کرنے۔ زندہ بھی ہے یا بھوک سے مر گیا۔"

سیٹھ حمید نے ٹانگیں پھیلا کر سامنے رکھی کرسی پر [illegible] ٹھگنا بہت بیزاری سے اٹھا۔ اس نے کسی کو بلایا اور اسے ہدایت کی کہ کمرہ نمبر ۳ میں فیاض کو چیک کرے۔

"ویری گڈ"

عمران نے دل ہی دل میں کہا۔ وہ بندہ ٹارچ کو لہراتا ہوا اس طرف آیا جہاں عمران کھڑا تھا۔ عمران نے لپک کر دوسری دیوار کی آڑ لے لی۔ وہ عمران سے کچھ فاصلے سے ہوتا ہوا سیدھا چلا گیا۔ عمران بھی دبے پاؤں دیوار کے سہارے اس کے پیچھے ہولیا۔ وہ شخص ایک دروازے کے پاس جا کر رک گیا۔

"یقیناً اس کمرے میں فیاض کو بند کیا ہوگا۔"

عمران نے سوچا۔ اور اس کا خیال درست تھا۔ اس بندے نے دروازے پر لگا تالا کھولا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ عمران بھی بڑی پھرتی کے ساتھ اندر داخل ہوا اور ایک زوردار مکا اس کے سر پر لگایا۔ وہ اس اچانک حملے کے لئے تیار نہ تھا۔ سیدھا ناک کے بل گرا اور ایک کرسی سے ٹکرایا۔ عمران نے اسے اٹھنے کا موقع دیئے بغیر ایک بھرپور لات اس کے کمینے چہرے پر لگائی۔ اس کی گردن ہل کر رہ گئی۔ بس پھر جب تک وہ مکمل بے ہوش نہیں ہو گیا، عمران کی لاتیں اور مکے چلتا رہا۔ جاندار آدمی تھا مگر سامنے مقابلہ بھی

عمران سے تھا۔ وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ عمران نے اسے موقع ہی نہیں دیا تھا کہ وہ اپنا کوئی کمال دکھاتا۔ آخر زمین پر گر کر وہ جانوروں کی طرح بےہوش ہو گیا۔ عمران نے زمین پر گھومتی ہوئی ٹارچ اٹھالی۔ کمرے کے چاروں طرف روشنی ڈالی۔ فیاض کہیں نظر نہیں آیا۔ البتہ ایک راستہ نظر آیا۔ عمران اس راستے کی طرف دوڑا۔ اس جگہ جیل نما چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ جن کے آگے موٹی موٹی سلاخیں تھیں۔ عمران نے ٹارچ کی روشنی ایک ایک کر کے کمروں پر ڈالی۔ ہر کمرے میں ایک آدمی قید تھا۔ یہ کون لوگ ہیں۔ عمران انہیں نہیں پہچان سکا۔ مگر کمرہ نمبر تین میں فیاض نظر آگیا۔

"فیاض۔ میں آگیا ہوں۔"

عمران نے ٹارچ کی روشنی اپنے چہرے پر ڈالتے ہوئے کہا۔

عمران کو دیکھ کر فیاض اپنی ساری تکلیف بھول گیا۔ اس غریب کو ظالموں نے پانی تک سے محروم رکھا تھا۔ عمران نے روشنی دروازے پر ڈالی۔ وہاں تالا لگا ہوا تھا۔ عمران جلدی سے واپس پلٹا اور اس بے ہوش بندے کی جیب سے چابیاں نکال لیں۔ عمران نے فیاض کے کمرے کا دروازہ کھولا اور فیاض کے گلے لگ گیا۔ انہوں نے وہاں قید تین اور آدمیوں کو رہا کر دیا۔

"آپ لوگ کون ہیں؟"

عمران کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ہم لوگوں کو اغوا کیا گیا تھا۔ یہ [illegible] گورنمنٹ کے مختلف محکموں کے لوگ تھے جن سے انہوں نے پہلے



تو اپنا مطلب نکلوایا۔ پھر انہیں قید کر دیا۔

"نہیں۔ آپ لوگ فی الحال اس کمرے میں رہیں گے۔ جب تک میں واپس نہ آؤں آپ تینوں یہیں رہیئے گا ورنہ خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"تم کون ہو؟"

"میں۔ میں عمران ہوں۔ علی عمران۔"

وہ تینوں عمران کا نام سن کر خوش ہو گئے۔ وہ عمران کو اس کی مقبولیت کے حوالے سے جانتے تھے۔

"آپ یہاں تک کیسے پہنچے؟"

فیاض نے کہا۔

"یہ سب بعد میں بتاؤں گا۔ اصل بات سنو۔"

عمران نے فیاض کو تمام صورتحال مختصر کر کے بتائی اور دونوں کمرے سے باہر نکل گئے۔ دونوں اسی جگہ پہنچ گئے جہاں عمران پہلے چھپا تھا۔

"وہ دیکھو فیاض۔ سامنے میز پر فائل نمبر الیون رکھی ہے۔ سب سے پہلے ہمیں وہ فائل حاصل کرنی ہے۔ اس وقت موقع اچھا ہے۔ سارے کے سارے اونگھ رہے ہیں۔ تم وہ سامنے والے دروازے کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔ یہ ٹارچ تم اپنے ہاتھ میں رکھو۔ جیسے ہی کسی کو آتا دیکھو ٹارچ جلا دینا۔ میں سمجھ جاؤں گا۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

فیاض بولا۔

"میں کمرے میں جا رہا ہوں۔ وہ فائل اٹھا کر لاتا ہوں۔"

"مگر کیسے؟"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔ اب تم فوراً میرے سامنے اس دروازے تک چلے جاؤ۔ پنجوں کے بل جانا بالکل بھی آہٹ نہیں ہونی چاہیئے۔"

فیاض عمران کی ہدایت کے مطابق چلتا ہوا دروازے پاس پہنچ گیا۔ عمران نے جیب سے ریوالور نکال لیا اور زمین پر لیٹ گیا۔ اب وہ زمین پر خود کو کھینچتا ہوا اس ہال کے دروازے پر پہنچ گیا۔ فیاض عمران کو اندر جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ عمران زمین پر گھسٹتا ہوا اندر چلا گیا۔ وہ لوگ تھکے پڑے تھے۔ سب کی آنکھیں بند تھیں۔ عمران نے جلتی بجھتی موم بتیوں کو ایک ایک کر کے بجھا دیا۔ اب کمرے میں مکمل اندھیرا ہو گیا تھا۔ عمران نے اندازے سے میز کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ فائل اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ فائل اٹھا کر پھر زمین پر پیٹ کے بل لیٹ گیا اور خود کو کھینچتا ہوا باہر نکل گیا۔ وہ جیسے ہی اپنی جگہ واپس پہنچا فیاض بھی پنجوں کے بل چلتا ہوا عمران کے پاس آ گیا۔

"سنو فیاض۔ میں باہر جا رہا ہوں۔ تم اس مین دروازے کے پاس دوبارہ جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ دروازے کی آڑ لے لینا۔ اب تم اندر سے آنے والے کا خیال رکھو گے۔ جیسے ہی کسی کی آہٹ سنو دروازے کے پیچھے سے اس کے گیپ میں ٹارچ کی روشنی باہر کی طرف ڈالنا۔ میں سمجھ جاؤں گا۔ اور اگر خدانخواستہ پکڑے جاؤ تو مقابلہ

کرنا دیکھا جائے گا۔ کسی بھی طرح ان لوگوں کو یہ محسوس نہ ہونے پائے کہ ہم یہاں ہیں۔

"او کے عمران صاحب"

فیاض نے کہا۔ اور عمران آہستگی سے باہر نکل گیا۔ فیاض نے اپنی پوزیشن سنبھال لی۔ عمران کو سلیمان تک پہنچنا تھا اس کے لئے اسے درمیان کا راستہ کراس کر کے پہلے جھاڑیوں کی طرف جانا تھا۔ بارش موسلا دھار ہو رہی تھی، بہت کم وقت میں پانی جمع ہو گیا تھا۔

عمران نے موقع غنیمت جانتے ہی درمیان کا راستہ تیزی سے کراس کر لیا۔ وہ جھاڑیوں تک پہنچ گیا تھا۔ کچھ لمحے کے لئے وہ دم سادھے پڑا رہا۔ نائل اس نے پینٹ میں اڑس کر اوپر سے قمیص ڈال لی۔ مگر بارش سے نائل کو بچانا مشکل کام تھا۔ خطرہ نہ پاکر وہ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ جھاڑیوں کے بیچ میں سے چل دیا۔ یکایک کسی نے عمران کو پکڑ کر کھینچ لیا۔ عمران کا دم فنا ہو گیا۔

"پکڑے گئے" اس نے سوچا۔

"عمران میں ہوں"

ایک آواز سنائی دی۔ یہ کون ہے۔ کس کی آواز ہے۔ عمران نے غور کیا۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ نظر نہیں آیا۔

"کون ہو تم؟"

"میں سب انسپکٹر امتیاز"

"اوہ! آپ۔ آپ یہاں کیسے؟"

"مجھے حکم ملا تھا کہ تمہاری خبر لوں۔ تم لوگ کہاں ہو۔ پھر حکم ملا کہ حویلی کو نظر میں رکھوں۔ کہیں تم لوگ بھی۔ خیر تمہارا ساتھی کہاں ہے؟"

"اسے میں نے حویلی کے پچھلے حصہ کو نظر میں رکھنے کی ہدایت کی ہے وہیں ہو گا"

"آپ کب سے ہیں یہاں؟"

"تھوڑی دیر ہوئی ہے"

"آپ کے ساتھ کتنے لوگ ہیں؟"

"ہم چار آدمی ہیں"

"باقی تین کہاں ہیں؟"

"وہ حویلی کی طرف پوزیشن بنا کر ان ہی جھاڑیوں میں چھپے ہوئے ہیں"

"ان کے لئے کوڈ ورڈ کیا ہے؟"

"میاؤں"

"کوڈ ورڈ پہ ان کے لئے کیا حکم ہے؟"

عمران نے پوچھا

"میاؤں" پر انہیں ہوشیار ہو جانا ہے۔ پھر میں کہوں گا "لنگڑا لولیپلا"

کوڈ ورڈ پورا ہو جائے گا اور وہ دشمنوں پر فائر کھول دیں گے۔

"گڈ۔ ویری گڈ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ان پر حملہ کرنے کی

پوزیشن میں ہیں۔"

عمران نے کہا۔

"مگر یہ تو صرف احتیاط کے طور پر تھا۔ ان کے گارڈ جو چاروں طرف اوپر نیچے بکھرے ہوئے ہیں ان کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے۔"

"امتیاز صاحب ہمارا ان پر حملہ کرنا ضروری ہے۔"

"اس کے لئے تمہیں تھوڑا انتظار کرنا ہوگا۔"

"کس لئے۔"

"میں جا کر پولیس کی مکمل فورس لے کر آتا ہوں۔"

"نہیں امتیاز صاحب اب اس کا وقت نہیں ہے۔ ذرا سی بھی روشنی ہو گئی تو ہم رنگے ہاتھوں پکڑے جائیں گے اور سارا کھیل ختم ہو جائے گا۔ فلحال میں جو آپ سے کہتا ہوں آپ وہ کریں۔"

"عمران۔ اس طرح ہم موت میں گھر جائیں گے اور ہماری موت یقینی ہے۔"

موت سے کون ڈرتا ہے۔ موت کا دن مقرر ہے اور وہ ایک دن آنی ہے۔ اور ویسے بھی زندگی موت کا معاملہ اوپر والے کا ہے ہمارا نہیں۔"

عمران کی باتوں سے سب انسپکٹر امتیاز کا حوصلہ بھی بڑھ گیا۔ انہوں نے عمران کا ہاتھ مضبوطی سے دبایا۔ یعنی میں ہر خطرے کے لئے تیار ہوں۔

"اب سنئیے۔ میں یہاں سے سلیمان کی طرف جا رہا ہوں۔ اُسے میں زمین دوز راستے کے منہ پر کھڑا کر دوں گا۔ اس کے پاس ٹھیک ٹھاک گن ہے۔ وہ کسی کو اس راستے سے نکلنے نہیں دے گا۔ پھر میں واپس حویلی کے اندر جاؤں گا۔ وہاں سے فیاض کو باہر لا کر آپ والا کوڈ ورڈ دہراؤں گا۔ آپ کے آدمی تو فائر کھولیں گے آپ بھی انہیں لے کر فائر کرتے ہوئے حویلی کے اندر داخل ہو جائیے گا۔ اندر میں سارا معاملہ ...نٹ رکھوں گا۔ یاد رہے کوڈ ورڈ وہی ہوگا۔"

"او کے عمران۔"

عمران دبے قدموں وہاں سے سلیمان کے پاس پہنچ گیا اور سلیمان کو ساری پوزیشن سمجھا دی۔ اب عمران دیوار سے چپک کر چلتا ہوا حویلی کے اندر چلا گیا۔

"کیا ہوا؟"

فیاض نے آہستہ سے کہا اور عمران نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ عمران فیاض کو ساتھ لے کر ہال کی طرف بڑھا۔ وہ لوگ اندھیرے میں اب تک اونگھ رہے تھے۔ ان پانچوں میں سے دو تو خراٹے تک لے رہے تھے۔ عمران نے فیاض کے ہاتھ سے ٹارچ لے لی۔

"سنو۔ غدارو! تم سب میرے قبضہ میں ہو۔"

عمران نے چلا کر کہا۔

دونوں اسی طرح خراٹے لیتے رہے۔ مگر سیٹھ حمید۔ وہ ٹھٹکتا

شخص اور دشمن ملک کا سابق وزیر ہڑبڑا کر اُٹھ گئے۔ سیٹھ حمید نے آواز نکالنے کی کوشش کی تھی تو عمران نے اپنا ریوالور اس کی گردن سے لگا دیا۔

"چپ ذلیل انسان۔ اگر چیخنے کی یا آواز نکالنے کی کوشش کی تو یہ گولی کہاں جائے گی۔ کسی ڈاکٹر کو سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

"تو۔ تو۔ تو۔" اس نے پھر بولنے کی کوشش کی۔ مگر عمران نے اس کی آواز نہیں نکلنے دی۔

فیاض نے ان پانچوں کی تلاشی لی مگر کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ تلاشی لینے پر بھی وہ دونوں نہیں اُٹھے تو عمران نے فیاض سے کہا۔

"فیاض۔ ان دونوں گدھوں سے بولو۔ موت کا سویرا ہو گیا ہے۔ اب اُٹھ جائیں۔"

فیاض نے عمران کے حکم پر دونوں کے ایک ایک زوردار تھپڑ رسید کیا دونوں ہڑبڑا کر بیٹھ گئے اور "کون ہے۔ کون ہے؟" چلانے لگے۔

"ابے چپ! دیکھتا نہیں تیرے ابا آئے ہیں۔ چلو تم سب کھڑے ہو جاؤ۔" عمران نے حکم دیا۔

سوائے اس خلیفہ وزیر کے اور کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ عمران نے سیٹھ حمید کو مار دینے کی دھمکی دی تو سب کھڑے ہو گئے۔ عمران نے سب کو پنجوں کے بل چلنے کا حکم دیا۔ عجیب تماشہ تھا۔ وہ پانچوں کے پانچوں پنجے کے بل چلنے لگے۔ عمران اور فیاض انہیں لے کر اس قید خانے میں آئے۔ وہاں ان پانچوں کو قید کر دیا گیا۔ اور تینوں اغوا کئے ہوئے آفیسرز کو ان کی نگرانی پہ لگا دیا۔

"یہ ابھی تک ہوش میں نہیں آیا۔" عمران نے بیہوش پڑے ہوئے بندے کو دیکھ کر کہا۔

"نہیں۔" ان میں سے ایک بولا۔

"ٹھیک ہے۔" عمران نے کہا۔ اور دروازے کو تالا لگا دیا۔ چابی ان تینوں میں سے ایک کے حوالے کر دی اور ان سے کہہ دیا۔ کوئی بھی یہاں نظر آئے اس پر پل پڑو۔ مار مار کر بھرکس نکال دو اس کا۔"

عمران یہ کہہ کر فیاض سمیت مین گیٹ کی طرف لپکا اور زور زور سے چیختا ہوا باہر کی طرف بھاگا۔

"میاؤں۔ میاؤں۔"

تھوڑا سا وقفہ دے کر عمران فیاض سمیت جھاڑیوں تک پہنچ گیا۔

"میاؤں" کی اتنی تیز آواز سن کر حویلی کے اوپر کی جانب سے ایک فائر ہوا۔

عمران اور فیاض جب تک جھاڑیوں میں پہنچ گئے تھے۔ عمران نے جھاڑیوں میں پہنچتے ہی زور سے چلا کر اگلا کوڈ ورڈ بولا۔ "لنگڑا آلو پلپلا۔"

عمران نے جیسے ہی یہ کہا۔ سپاہیوں نے اور سب انسپکٹر امتیاز نے فائر کھول دیا۔ دونوں جانب سے فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا تھا کہ اس اندھیرے اور خوفناک رات میں چاروں طرف سے گولیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ایک طرف سے گھوڑوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ان کے پالے ہوئے ڈاکو گولیاں چلاتے ہوئے ادھر آ گئے۔ عمران نے فائل کو چیک کیا۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ اگر وہ دشمنوں کی گولی کا نشانہ بنا تو سیکرٹ فائل الیون کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے

ادھر ادھر پھینک دے گا۔ اس طوفانی بارش میں ایک بھی ٹکڑا ان لوگوں کے ہاتھ لگنے نہیں دے گا۔"

گولیاں تھیں کہ رکنے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ خدا کی قدرت اسی لمحہ انسپکٹر یوسف پولیس کی زبردست فورس لے کر وہاں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر کے لئے وہاں موجود پولیس والے گولیاں ختم ہو جانے کی وجہ سے رک گئے تھے مگر انسپکٹر یوسف اور پولیس فورس نے اپنا کمال دکھانا شروع کر دیا۔

"تم سب ہمارے گھیرے میں ہو۔ ہتھیار ڈال دو۔"

بارش کی تیز آواز کے ساتھ میگا فون پر انسپکٹر یوسف کی آواز گونجی۔

انسپکٹر یوسف کی آواز سن کر عمران کی جان میں جان آگئی۔ اس نے خوشی سے فیاض کا ہاتھ زور سے دبایا۔ فیاض نے بھی اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ دشمنوں نے خود کو پولیس کے حوالے نہ کرنے کی جیسے قسم کھائی تھی۔

بجلی کڑکتی رہی۔ بارش ہوتی رہی اور گولیاں چلتی رہیں۔ آخر کب تک لڑتے۔ انہوں نے چلا چلا کر پولیس کو فائر بند کرنے کو کہا۔ وہ پولیس کے گھیرے میں آگئے تھے۔ گھیرا تنگ ہوتا رہا۔ عمران فیاض کو لے کر زمین دوز راستے کی طرف بھاگا۔

"کوئی نکلا۔"

عمران نے سلیمان سے پوچھا۔

جی ہاں۔ تین نکلے تھے۔ تینوں کی ٹانگوں پر گولیاں داغ دیں۔ وہ سامنے آلوؤں کی طرح بیہوش پڑے ہیں۔ سلیمان نے کہا۔



انسپکٹر یوسف کو عمران نے چلا چلا کر اپنی طرف بلایا۔ یوسف صاحب نے عمران کی آواز حویلی کے پیچھے سے سنی تو اپنے ساتھ کچھ سپاہی لے کر اس طرف دوڑے۔ انسپکٹر یوسف نے ہیوی قسم کی ٹارچ پکڑ رکھی تھی جبکہ ان کے دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

"کیسے ہو عمران؟"

"ٹھیک ہوں۔"

"یہ تمہارا بہت بڑا کارنامہ شمار کیا جائے گا۔" انسپکٹر یوسف بولے۔

"شکریہ یوسف بھائی۔ آیئے آپ کو زمین کے نیچے کی سیر کرا لاؤں۔"

عمران کے کہنے پر سب انسپکٹر نے اپنی ٹارچ کی روشنی زمین پر ڈالی۔ یہ لوگ زمینی راستے پر اتر گئے۔ اندر سے گولیوں کی آوازیں گونج گئیں۔ جیسے نیچے والے موقعہ کے منتظر تھے۔ ان لوگوں نے نہ صرف اپنا بچاؤ کیا بلکہ ٹھیک مقابلہ بھی کیا۔ اندر موجود لوگ بھی گرفتار کر لیئے گئے۔ انسپکٹر یوسف نے اپنی ٹارچ کی روشنی چاروں طرف گھمائی اور جو کچھ نظر آیا اسے دیکھ کر سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ فیاض سلیمان، عمران اور انسپکٹر یوسف سب کے سب صدمے میں آ گئے۔ اسلحے کے ڈھیر دیکھ کر ان میں سے کسی کی آواز تک نہیں نکل رہی تھی۔ کچھ دیر بعد عمران کی آواز حلق سے برآمد ہوئی۔

"یوسف بھائی۔ کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں؟"

"نہیں عمران۔ یہ حقیقت ہے۔ یہ ہی وہ لوہے کے ٹکڑے ہیں جن سے خون کی ہولیاں کھیلی جاتی ہیں۔ غریبوں اور مظلوموں کے گھر اجاڑے جاتے ہیں۔ یہ وہ ہتھیار ہیں جو دشمنوں کے گھر سے ہمارے گھر منتقل کئے جاتے ہیں۔ یہ وہ ہتھیار ہیں جو باپ سے بیٹا اور بیٹے سے باپ چھین لیتے ہیں۔"

انسپکٹر یوسف کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ آنسو تو سب کی آنکھوں میں تھے مگر عمران نے انسپکٹر یوسف اور اپنے ساتھیوں کو سنبھال لیا۔ وہاں چند سپاہیوں کو چھوڑ کر یہ لوگ حویلی کے اندر گئے۔ اندر قید سیٹھ حمید اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔

طوفانی رات تھم گئی تھی۔ ایک طوفان آیا تھا جو گزر گیا تھا۔ بادل، چاند اور ستاروں کو آزاد کر کے واپس جا رہے تھے۔ طوفانی بارش ہلکی ہلکی پھوار میں بدل گئی تھی۔ جیسے آسمان ان لوگوں پر ننھے ننھے پھول برسا رہا ہو۔

ادھر آئی جی درانی صاحب کو خبر ہوئی تو انہوں نے سادے لباس میں پھیلے ہوئے کمانڈوز کو حکم دیا اور دشمنوں کے وہ لوگ جو مختلف جگہ پر بکھرے ہوئے تھے گرفتار کر لئے گئے۔

سورج آہستہ آہستہ آسمان پر سرخی بکھیر رہا تھا۔ ہوا ہلکی مگر ٹھنڈی تھی۔ ایک نیا دن نکل رہا تھا۔ کامیابی اور کامرانی کا نیا دن جو ایک بڑی اور سیاہ طوفانی رات کے بعد میں شروع ہوتا ہے۔ دشمن ہمیشہ کی طرح اپنی غلیظ سوچوں کے ساتھ اس دھرتی سے کم کر دیئے گئے اور نیکی اور بہادری کی جیت ہوئی۔ عمران کی قسم پوری ہو گئی۔ کہ

جو بھی میرے اس پاک وطن کی طرف غلیظ نگاہوں سے دیکھے گا میں اور میرے ساتھی اس کی آنکھیں نوچ لیں گے۔

درانی صاحب عمران کا شکریہ ادا کر رہے تھے اور ساتھ ہی خوشی کے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر رہے تھے۔

عمران اور اس کے ساتھی زندہ باد۔
